جلد 23 شمارہ 12 ماہ دسمبر 2021ء جمادی الاول 1443ھ

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا

اللّٰہ

صداقت

محبت

سِلسلہ عالیہ توحیدیہ

ہے عرش بھی نیچا جو ہو پرواز مسلسل

ماہنامہ

فلاحِ آدمیت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض و مقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف و کرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب و عرفان اور اس کی رضا و لقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد واذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد و بغض، تجسّس و غیبت اور ہوا و ہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم و رضا عالمگیر محبّت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لا حاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل و عیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی رضا اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح و خدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبّت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

ماہنامہ

فلاحِ آدمیّت

گوجرانوالہ



عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

بیاد
خواجہ عبدالحکیم انصاری رح
بانی سلسلہ

محمد صدیق ڈار رح
بانی مجلّہ فلاح آدمیت

نگران و سرپرست اعلیٰ: جناب محمد یعقوب توحیدی
شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ
0344-9000042

مجلس ادارت

مدیر: احمد رضا خان 0321-6400942

معاون مدیر: شہزاد محمود بخاری 0301-7430525

نائب مدیر: سید رحمت اللہ شاہ 0333-4552212

خالد مسعود، وحید احمد پیرخان
حافظ محمد یٰسین، عبدالقیوم ہاشمی
پروفیسر محمد شبیر شاہد ہوتوانی
ماجد محمود توحیدی

ترسیل: فھد محمود ، محمد ریاض

شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ
مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ
info@tauheediyah.com :ای میل Ph: 055-3411030
Website www.tauheediyah.com

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

قیمت شمارہ -/30 روپے ✿✿✿ سالانہ فنڈ -/300 روپے

اس شمارے میں

نقوشِ مہر و وفا

(فرمودات قبلہ بابا جان محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ)

(مرتب: سید رحمت اللہ شاہ)

نماز پڑھا کریں اور درود شریف کی چند تسبیحات اپنے اوپر فرض کر لیں کہ پوری کرنی ہیں۔ تین، یا پانچ، یا سات، یا ہزار مرتبہ روزانہ ہر نماز کے ساتھ یا الگ سے باوضو ہو کے بیٹھ کر پڑھیں۔ ہم تو اپنے بھائیوں کو ہزار دفعہ بتاتے ہیں۔ ہزار دفعہ یہ پڑھیں:

صَلی اللّٰہ عَلیکَ یا رَسُول اللّٰہ ۔

درود شریف کی کئی برکات ہیں۔ دنیوی بھی، روحانی بھی، ہر لحاظ سے۔

وعظ کی محفل میں موجود ایک مہمان نے کہا کہ میں درود ابراہیمی پڑھتا ہوں۔

باباجانؒ نے فرمایا کہ یہ لمبا ہے ناں۔ مختصر ہوتا کہ تعداد پوری ہو جائے۔

صَلی اللّٰہ عَلیکَ یا رَسُول اللّٰہ ۔

یا الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ۔

یہ مختصر ہیں، جلدی کرلو گے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جو کہیں بھی ہے، مجھ پر درود پڑھتا ہے تو یہ مجھ تک پہنچایا جاتا ہے، میں اس کا جواب بھی دیتا ہوں۔ جواب کا مطلب ہے کہ آپ نے پڑھا:

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ۔

آپ پر بھی سلامتی ہو۔حضورﷺ یہ فرمادیں ہمارے لئے تو اور کیا چاہئے؟

نبی کریمﷺ کی ایک حدیث میں ہے کہ آپﷺ ایک صحابی کے گھر گئے۔آپﷺ نے دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا کہ: **السلام علیکم یا اهل بیت۔**

حکم ہے کہ گھر والوں کو سلام کہو۔آپﷺ نے سلام کہا کہ گھر والو! تم پر سلامتی ہو۔ دروازہ نہیں کھلا۔پھر آپﷺ نے کھٹکھٹایا، پھر دُعا دی:

السلام علیکم یا اهل بیت۔

دروازہ نہیں کھلا۔حکم ہے کہ تین دفعہ کھٹکھٹاؤ، جواب نہ آئے تو چلے آؤ۔پھر تیسری دفعہ کھٹکھٹایا اور کہا: **السلام علیکم یا اهل بیت۔**

آپﷺ واپسی کے لئے مڑنے لگے تھے کہ دروازہ کھل گیا۔صحابی باہر آئے، گلے ملے اور کہا کہ یا رسول اللہﷺ! جب پہلی دفعہ آپﷺ نے دروازہ کھٹکھٹایا تھا تو مجھے اس وقت پتا چل گیا تھا کہ آپﷺ آگئے ہیں۔میں دروازے کے پاس آکے کھڑا ہو گیا۔میں نے کہا کہ رسول اللہﷺ آج اتفاق سے ہمارے گھر آئے ہیں، ہمارے گھر والوں کو سلامتی کی دُعا دے رہے ہیں، تین دفعہ دُعا ہو جائے پھر دروازہ کھولوں گا۔یہ وہ قدر تھی کہ حضورﷺ کے فرمان سے ہم پر کتنی رحمت ہو گی۔تین دفعہ دعا حضورﷺ ہمارے گھر والوں کیلئے کریں، ایسا ہو تو ہماری کتنی موج ہو جائے۔یہ بات صرف اُن کیلئے نہیں تھی۔حضورﷺ رحمۃ للعالمین بن کے آئے۔میری اُمت کا مسلمان جہاں بھی، جس کونے میں بھی پڑھے گا تو اس کا صلوٰۃ و السلام مجھ تک پہنچایا جائے گا اور میں اس کا جواب دوں گا۔سب کیلئے پہنچے گا۔یہ کتنی رحمت ہے۔اللہ نے حضورﷺ کی دعائیں لینے کا وسیلہ بنا دیا۔

کوئی ایک دفعہ درود پڑھتا ہے تو اس کے دس درجے بلند ہوتے ہیں۔پڑھنے والے تو بنو۔اس کا فائدہ آپ ہی کو ہو گا۔پڑھا جائے۔قلبی تعلق قائم ہو۔آپ کیلئے دعاؤں کا ذریعہ بن جائے۔آپﷺ کی دعاؤں میں آپ شامل ہو جائیں تو دنیا میں بھی اور روحانیت میں بھی،

دونوں میں اللہ مدد فرمائے گا، رزق میں بھی۔ ہمارے باباجیؒ (حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری صاحبؒ) نے بھی فرمایا ہے کہ جو بندہ اللہ کا ذکر کرتا ہے، الا اللّٰہ کی ضربیں لگاتا ہے، اور نمازیں نہیں پڑھتا، درود شریف نہیں پڑھتا، وہ فاقے کو آوازیں مارتا ہے۔ یہ اس کے گھر ضرور آئیں گے۔ ذکر کرتا ہے لیکن نماز نہیں پڑھتا، اور درود شریف نہیں پڑھتا، وہ فاقے کو آواز مارتا ہے۔ میں لکھ کے دیتا ہوں، آگے تم نہ کرو تو تمہاری مرضی ہے۔ درود پڑھو گے تو سب ٹھیک رہے گا۔

اللہ تو بادشاہ ہے۔ وہ جس طرح خود ہے، آپ کو بھی ویسا کردے گا۔ وہ لامکاں ہے، کہتا ہے کہ میرا کوئی مکاں نہیں، میں بھی بے پرواہ، تو بھی بے پرواہ۔ نہ میرا کوئی آگے پیچھے ہے، نہ تیرا کوئی آگے پیچھے ہوگا۔ اگر اس کا پیار ڈالنا ہے تو نبی پاک ﷺ کی برکت ہے۔ سب دنیا ان کیلئے بنائی گئی ہے۔ الصلوٰۃ والسلام پڑھیں گے تو اللہ تعالیٰ رحمت فرمائے گا۔ روحانی طور پر بھی، دنیاوی طور پر بھی۔ بچوں کو بھی تعلیم دیں ان کو بھی سکھائیں۔ جتنا پڑھ سکتے ہیں اتنا پڑھیں۔ حضور ﷺ کا حکم ہے کہ اتنا مقرر کرو جتنا آسانی سے کر سکتے ہو۔ تین تسبیح کرلیں۔ ہر نماز کے بعد ایک تسبیح کرلیں۔ بیٹھ کے پڑھیں، دیر نہیں لگے گی۔ ویسے بھی زبانی آہستہ آہستہ پڑھتے جائیں۔ سب سے اچھا تو یہ ہے کہ اس درود شریف کو معمولات میں شامل کرلیں، سب ٹھیک ہوگا انشاء اللّٰہ۔

اللہ کا نام ہی سب سے بڑا برکت والا ہے۔ اس کا نام لیں، اس کے پیارے کا نام لیں۔ اس سے برکت شامل ہو جائے گی۔ ویسے مہنگائی تو ہے آج کل، وہ قابو میں نہیں آرہی۔ ملکی حالات بھی ٹھیک نہیں ہیں۔ اللہ میاں برکت دے۔ ملکی حالات بھی ٹھیک کرے۔ سب بھائی نماز پڑھ کے دعا کرتے رہا کریں۔ ملک کیلئے بھی کہ اس کے حالات میں بہتری آئے۔

اتباع رسول ﷺ اور سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی تعلیمات

(عبدالقیوم ہاشمی)

نبی مکرم ﷺ کی سیرت مبارکہ کے حوالے سے سلسلہ توحیدیہ کی تعلیمات میں یہ سکھایا جاتا ہے کہ کس طرح حضور اکرم ﷺ کی سیرت کو اپنانا ہے۔ نبی پاک ﷺ کی سیرت کو اپنانے اور اتباع رسول ﷺ کے حوالے سے باتیں تو ہر طرف ہوتی ہیں۔ لیکن نبی پاک ﷺ کی سیرت پر عمل کرنا، آپ کی صفات، آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی اس کا طریقہ الحمد للّٰہ سلسلہ توحیدیہ میں موجود ہے۔

سب سے پہلے ہمیں اپنے کردار و اخلاق کو نبی مکرم ﷺ کے معیار کے مطابق بنانا ہوگا۔ اللہ کی یاد بنیادی چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں۔ **فاذکرونی اذکرکم** (تم مجھے یاد کرو، میں تمہیں یاد کروں گا)۔ اب اس میں ہم دیکھتے ہیں کہ ہم تو اللہ کو بھول جاتے ہیں، اللہ کو یاد نہیں کرتے مگر اللہ کی تو بھولنے کی صفت نہیں۔ اللہ کے بھولنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو برکتیں رحمتیں اپنی یاد کے ساتھ وابستہ کر رکھی ہیں انسان ان سے محروم ہو جاتا ہے۔ اللہ کی طرف سے یہ بھولنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس دنیا میں جو سلامتی ہے اور آخرت کی جو بھلائیاں ہیں ان سے بھی ہم محروم ہو جائیں گے۔ تو سلسلہ توحیدیہ میں سیرت النبی ﷺ کے حوالے سے اللہ کے ذکر کو بنیاد بنایا گیا ہے کہ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے اللہ کو یاد کرنا ہے، اللہ کو نہیں بھولنا اور شیطان کے وار سے بھی اللہ کے ذکر ہی کی بدولت انسان بچتا ہے نماز کی بہتری، حضوری، اور خشوع وخضوع بھی اللہ کی یاد کی کثرت سے ہی نصیب ہوتا ہے۔ نبی پاک ﷺ نے فرمایا (**الصلوٰۃ معراج المومنین**) کہ وہ نماز کے ذریعے اللہ کا قرب

حاصل کرتے ہیں۔اس لیے نماز کو بھی حضوری والی نماز بنانے میں اذکار نفی اثبات، پاس انفاس بنیاد بنتے ہیں۔آپ ﷺ نے نماز کو اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک فرمایا ہے۔اپنی پسندیدہ چیزوں میں دنیا کی دو چیزوں کا ذکر فرمایا مگر فرمایا کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔لہٰذا نماز اور اللہ کی یاد سلسلہ توحیدیہ میں بنیاد ہیں۔قرآن کریم میں بیسیوں آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اٹھتے، بیٹھتے، لیٹے ہر حال میں اللہ کو یاد کرو۔الحمدللہ اس بات پر بھی سلسلہ توحیدیہ میں سو فیصد عمل کرایا جاتا ہے۔

قرآن پاک میں نبی پاک ﷺ کی بعثت کے چار مقاصد بیان ہوئے ہیں

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُولاً مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُواْ مِن قَبْلُ لَفِيْ ضَلالٍ مُّبِيْن

ترجمہ: ''درحقیقت اہل ایمان پر تو اللہ نے یہ بہت بڑا احسان کیا ہے کہ ان کے درمیان خود انہی میں سے ایک ایسا پیغمبر اٹھایا جو اس کی آیات انہیں سناتا ہے، ان کی زندگیوں کو سنوارتا ہے اور ان کو کتاب اور دانائی کی تعلیم دیتا ہے، حالانکہ اس سے پہلے یہی لوگ صریح گمراہیوں میں پڑے ہوئے تھے۔''

وہ اللہ کی آیات کو آپ پر تلاوت کرتے ہیں، تزکیہ نفس کریں گے، نفوس انسانی میں جو آلودگیاں ہیں ان کو پاک کریں گے۔ یہ نبی پاک ﷺ کے چار مقاصد میں سے دوسرا مقصد ہے۔ پہلا مقصد آیات کی تلاوت ہے۔وہ قرآنی آیات بھی ہیں اور کائنات کی دوسری نشانیاں بھی ہیں اور پھر کتاب و حکمت کی تعلیم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بہت سی نعمتوں کا ذکر فرمایا مگر احسان نہیں جتایا۔جیسے سورۃ رحمٰن میں ہم پڑھتے ہیں۔**فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَان**

اس کا بعض مفسرین ترجمہ کرتے ہیں کہ تم اپنے ربّ کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ حالانکہ اس کا درست ترجمہ جو ہے **الا** سے مراد اللہ کی نشانیاں ہیں۔ اس کا درست ترجمہ بنتا ہے کہ تم اللہ کی کون کون سی نشانیوں کو جھٹلا سکتے ہو۔ اتنی نشانیاں ہیں اللہ کی تمہارے سامنے، تمہارے اندر۔ تو تم کہاں کہاں سے اللہ کی نشانیوں کو جھٹلاؤ گے۔

تو اللہ نے احسان صرف حضور اکرم ﷺ کی بعثت مبارکہ کو فرمایا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر احسان کیا کہ ان کی طرف رسول بھیجا اور پھر آپ ﷺ کو رحمت اللعلمین بھی بنا دیا کہ آپ ﷺ حریص اُمت ہیں۔ آخری وقت تک اس اُمت کی فکر میں رہے۔

نبی پاک ﷺ کی سیرت اور آپ ﷺ کے اوصاف کو کیسے اپنایا جائے اس سلسلے میں بانی سلسلہؒ نے واضح ہدایات دے رکھی ہیں کہ غصہ و نفرت کو ختم کر دیں اور محبت و صداقت کو اپنا لیں۔ رذائل کو دور کرنے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ اخلاق حسنہ پیدا کرنے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ اخلاق حسنہ کیا ہیں؟ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے کسی نے پوچھا کہ حضور اکرم ﷺ کے اخلاق کیا ہیں تو آپ نے فرمایا کہ تم نے قرآن نہیں پڑھا! نبی پاک ﷺ کا اخلاق تو قرآن ہی ہے۔ نبی مکرم ﷺ پر ہی اخلاق کی تکمیل ہوئی۔ تو اخلاق حسنہ کو پانے اور رذائل سے بچنے کا طریقہ سلسلہ توحیدیہ میں بتایا گیا ہے کہ کیسے اللہ کا قرب حاصل کرنا ہے۔ سیرت پر عملی طور پر گامزن ہونے سے بندہ ترقی کرتا ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ باتیں ہر طرف ہوتی ہیں لیکن عملی طور پر کام کوئی نہیں ہوتا۔ تو یہ الحمد للّٰہ! سلسلہ توحیدیہ کی تعلیمات، ہمارے پاس اللہ کا ایک انعام ہے۔ اگر ان تعلیمات پر صحیح طور پر عمل کریں گے تو سو فیصدی نبی پاک ﷺ کی سیرت مطہرہ پر عمل پیرا ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان تعلیمات پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

سیرت النبی ﷺ کی جامعیت

(قاری محمد طیّب)

سرکارِ دو عالم فخرِ بنی آدم رسول الثقلین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی سیرت مقدسہ اپنی ظاہر و باطنی وسعتوں اور پہنائیوں کے لحاظ سے کوئی شخصی سیرت نہیں بلکہ ایک عالمگیر اور بین الاقوامی سیرت ہے۔ جو کسی شخص واحد کا دستورِ زندگی نہیں بلکہ جہانوں کیلئے ایک مکمل دستورِ حیات ہے۔ جُوں جوں زمانہ ترقی کرتا چلا جائے گا، اُسی حد تک انسانی زندگی کی استواری و ہمواری کیلئے اس سیرت کی ضرورت شدید تر ہوتی چلی جائے گی۔

نبی کریم ﷺ کی پوری زندگی اور سیرت کے بے شمار عملی نمونے اور اسوے ہمہ وقت جس روح سے زندہ و پائندہ تھے وہ یہی ذکرِ الٰہی تفویضِ مطلق اور عبادت خداوندی کی روح تھی۔ آپ ﷺ کی زندگی کا ہر لمحہ ذکر اللہ سے معمور اور فکرِ آخرت سے بھرپور تھا۔ آپ ﷺ کی پیغمبرانہ سیرت کا امتیازی اور غالب پہلو یہی ایمان و عبادت اور ذکر و فکر تھا جس میں عقل و عشق، محبت بصیرت، مادّیت و ملکیت، امارت و مسکنت، خلافت و عبادت کا کامل اجتماع و امتزاج تھا کہ ایک دوسری متقابل صفت کسی حالت میں بھی بے فکر نہیں بنا سکتی تھی، حتیٰ کہ آپ ﷺ غزوات اور جنگوں میں بہ نفسِ نفیس خود بھی شرکت فرماتے اور نہ صرف شرکت بلکہ ان کی قیادت فرماتے لیکن یادِ الٰہی اور رنگِ عبودیت سے یہ ہنگامہ خیزی بھی بھرپور رہ کر عبادت ہی کے رنگ میں ادا ہوتی تھی، عین جہاد میں بھی ذکر اللہ اور متعلقہ دُعائیں پڑھتے ہوئے آپ ﷺ لشکروں کی قیادت فرماتے جس سے یہ جہاد اعلیٰ ترین عبادت بن جاتا اور عین لڑائی میں جبکہ نماز کا وقت آتا تو یہ اضافی عبادت اس حقیقی عبادت میں حارج نہیں بن سکتی تھی۔

آپ ﷺ کی پیغمبرانہ سیرت کا بنیادی پہلو ایمان وعبادت تھا، جس کیلئے دوسرے شعبہ ہائے زندگی بطور خادم اور بطور وسائل کے کام کرتے تھے، پس زندگی کے عام شعبوں کی عبادتیں وقتی تھیں اور اصل عبادت ہمہ وقتی ۔ سیرت مقدسہ زندگی کے تین شعبوں پر مبنی ہے، تعلق مع اللہ، تعلق مع الخلق اور تعلق مع النفس۔ تعلق مع النفس کے سلسلہ میں پاک دامنی و پاک نفسی، عفت و عصمت، حیاء وانکساری، غیرت وحمیت، ہمت وشجاعت، صبر، حلم وضبط، اعتماد وتوکل، زہد وقناعت، مجاہدہ وریاضت، تحمل شدائد ومصائب اور خداترسی وغیرہ کے اعلیٰ ترین اخلاق حمیدہ آپ ﷺ کی فطرت صالحہ کا خمیر تھے۔

ادھر تعلق مع الخلق کے سلسلہ میں خدمت خلق، صلہ رحمی، نصرت واعانت، جود وسخا، ایثار وعطاء، راحت رسانی اور عفو ودرگزر، محبت وشفقت، دلسوزی وہمدردی، تعلیم وتربیت، ارشاد وتزکیہ وغیرہ آپ ﷺ کی پاک طبیعت کے فطری جوہر تھے۔

اور تعلق مع اللہ کے سلسلہ میں عبادت وریاضت ومجاہدہ ومراقبہ، کسر شہوات ولذات، تقرب وانابت، توبہ واستغفار، تہجد وشب بیداری، ذکر اور فکر وغیرہ آپ ﷺ کی پاک فطرت تھی۔

اگر آج ہم اس سیرت پاک کو اپنا کر اپنی زندگی کو صحیح بنیادوں پر اُٹھانا چاہتے ہیں تو اس میں سیرت مقدسہ کی روشنی میں ان تینوں تعلقات کو عملی صورت دیتے ہوئے اُن کی روح اور بنیاد تعلق مع اللہ ہی بنانا ہوگا۔ جیسا کہ حضور ﷺ کی سیرت مقدسہ کا اساسی پہلو یہی تعلق ہے۔

نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری سے قبل انسانوں کی یہ دنیا دین کے نام سے تو رہبانیت کا شکار تھی، ترک لذات اور ترک مرغوبات ہی اصل دین بن گیا تھا، تعذیب جسمانی ہی کا نام تہذیب روحانی رکھ لیا گیا تھا اور اس قسم کے لوگ ساری دنیا سے الگ تھلگ ہو کر پہاڑوں میں چھپے ہوئے تھے، نہ وہ دنیا کیلئے کارآمد تھے نہ دنیا ان کے کام کی تھی۔ آپ ﷺ کی بعثت سے تو حید و عدل کا رنگ صاف نمایاں ہو گیا، توحید نے لاکھوں انسانوں میں جماعتی عبادت کا جذبہ پیدا کیا اور عدل ومساوات نے اونچ نیچ میں پڑے ہوئے بے اعتماد انسانوں میں باہمی اعتماد اور خدمت و

تعاون کے جذبات پیدا کردیے، جس سے ان میں یکسانی آگئی اور پہاڑوں میں پڑے رُہبان تو منظر عام کی عبادت گاہوں میں کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہوگئے ۔ اُدھر جو لوگ استبداد پسندوں کی غلامی میں پڑے ہوئے دم توڑ رہے تھے، اُن میں حوصلے پیدا ہوئے اور وہ اس آزادی وحریت کی چمک دَمک دیکھ کر اُٹھ کھڑے ہوئے اور خود اپنے ہاتھوں سے غلامی کی زنجیریں توڑ کر میدان مساوات میں آگئے ، اور جو لوگ تمدن کی ظاہری چمک دمک پر فریفتہ رہ کر خالق کے سامنے سرعبودیت جھکانے کا وقت ہی نہیں پاتے تھے وہ اپنی دنیا کے جھرمٹ میں رہ کر بھی دین سے محروم نہ رہے، غرض اس سیرت مقدسہ نے مرتی ہوئی دنیا کو سنبھال لیا اور مادّیت وروحانیت اور دیانت وسیاست کے صحیح امتزاج سے ایک معتدل راہ دکھائی کہ ہر ایک اپنے دائرہ میں رہ کر دین اور دنیا سے متمتع ہونے کے قابل بن گیا۔

جس سیرت مقدسہ نے اُس کی قیصریت وکسرویت کا زور توڑا تھا وہ آج کی قیصریت وکسرویت (امریکہ وروس) کا بھی صحیح علاج کرسکتی ہے ، اور جس سیرت کی ہمہ گیر معنویت سے اُس وقت کے دو عالمگیر گروہوں کی قوت ٹوٹی تھی وہی آج بھی اس گروپ بندی کا نقشہ بدل سکتی ہے اور وہ صرف نبی کریم ﷺ کی سیرت مقدسہ ہے جس میں نہ شخصیت ہے، نہ رسمی جمہوریت ، نہ رہبانیت ہے بلکہ اصل خلافت ہے خواہ وہ شخص کے پردہ میں کام کرے یا جماعت کے، اصل دیانت ہے، اصل توجہ الی اللہ اور خوفِ آخرت ہے۔

دنیا کے کامل ترین انسان پیغمبر اسلام ﷺ

(خطبات مدارس- از سید سلیمان ندوی) (انتخاب: پیر خان توحیدی)

دنیا میں ایسے بے شمار لوگ گزرے ہیں جو کسی نہ کسی وجہ سے ممتاز یا انفرادی حیثیت رکھتے تھے جنہوں نے اس تمام نظام کو چلانے کیلئے نمایاں کردار ادا کیا۔ ایک طرف اس دنیا کے بادشاہ بڑے بڑے لیڈر اور فوجوں کے سپہ سالار جو قوموں کی تقدیر بدل ڈالنے کے دعویدار ہیں تو دوسری طرف شعراء حکماء اور فلسفیوں کا طبقہ جو اپنے افکار اشعار و الفاظ کی حکمتوں کے ذریعے پوری دنیا کے نظام کو درست رکھنے کا عزم رکھتے ہیں۔ ایک اور طبقہ تاجروں، صنعت کاروں اور دولت مند حضرات کا ہے اس طبقے کا خیال یہ ہے کہ تمام دنیا کا سماجی اور معاشی نظام انہی کے سہارے چل رہا ہے۔ اگر دیکھا جائے تو یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ ان تمام طبقوں نے اپنی اپنی بساط کے مطابق قوم و ملت کی تعمیر و ترقی میں اپنا حصہ شامل کیا ہے۔ لیکن اس حقیقت کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ اس طبقے نے انسانی فلاح و بہبود کیلئے حسن عمل کا کوئی خوش نما یا خوش گوار نمونہ نہیں چھوڑا۔

بنی نوع انسان کی بھلائی، ان کے اخلاق کی اصلاح انکے دلوں کی صفائی اور ان کا رشتہ اللہ رب العزت کے ساتھ جوڑنے کے لیے کوئی کامیاب کوشش اگر کسی نے کی ہے تو صرف انبیاء کرام اور مرسلین عظام ہی کا طبقہ ہے۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس مقصد عظیم کیلئے اس دنیا میں مبعوث فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی کتابیں اور صحیفے نازل فرمائے جن میں صحیح احکام اور درست عقائد کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا۔ گزشتہ زمانوں میں جو انبیائے کرام مبعوث ہوتے رہے ان کا دائرہ کار اپنے اپنے علاقوں کے لوگوں اور اپنے اپنے زمانے تک محدود تھا جسکی وجہ سے ان

کی تعلیم کو دوام حاصل نہ تھا۔اس لیے ایک کے بعد ایک انبیاءؑ تشریف لاتے رہے اور اولادِ آدمؑ کو نورِ نبوت سے فیض یاب فرماتے رہے۔

سب سے آخر میں اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزماں ﷺ کو مبعوث فرمایا اور سلسلہ نبوت و رسالت کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ختم کر دیا گیا۔چنانچہ اب قیامت تک نہ کوئی اور نبی آئے گا اور نہ ہی کوئی شریعت آئے گی۔اب قیامت تک آپ ﷺ ہی کی شریعت باقی اور برقرار رہے گی پس اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی رہنمائی کیلئے آنحضرت ﷺ کو ظاہری و باطنی تمام کمالات سے کامل اور اکمل طور پر آراستہ فرما کر دنیا میں بھیجا تا کہ آپ ﷺ لوگوں کے سامنے ہر دور کیلئے زندگی کے ہر شعبے کا عملی نمونہ پیش کر سکیں۔ارشاد ہوتا ہے:

(اے نبی ﷺ!) ہم نے تو آپ ﷺ کو تمام انسانوں کے لیے خوش خبری سنانے والا ہوشیار کرنے والا نبی بنا کر بھیجا ہے۔آنحضرت ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد یہ فریضہ آپ ﷺ کی اُمت پر ڈال دیا گیا ہے کہ وہ دنیا کے تمام لوگوں تک اللہ کے دین کو پہنچائیں اور انہیں سچی کامیابی کا سیدھا راستہ دیکھائیں۔لہٰذا تاجدار انبیاء ﷺ کے تمام اقوال اور تمام افعال و اعمال پوری اُمت کیلئے حجت اور مشعل راہ ہیں اور اتباع رسالت یہی ہے کہ رسول مکرم ﷺ کے تمام فرامین پر اللہ تعالیٰ کے احکامات کو سمجھ کر دل و جان سے عمل کیا جائے۔اگر کوئی پیغمبر اسلام کے احکامات نہ مانے یا آپ ﷺ کے فیصلہ کو پس پشت ڈالے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔کیونکہ آپ ﷺ کے احکامات کو نہ ماننے کا مطلب خود اللہ کے احکامات سے انکار ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں واضح طور پر فرما دیا ہے کہ "اے نبی! کہہ دیجیے کہ اے لوگو! اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے تو میری تابعداری کرو پھر اللہ تم سے محبت کرے گا"۔ قرآن کی اس آیت پر اگر غور کیا جائے تو بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ نبی ﷺ کی تابعداری کے بغیر اللہ کی محبت حاصل نہیں ہو سکتی اور جب اللہ کی محبت نہ ہو گی، فلاح کے راستے معدوم ہو جائیں گے آدمؑ سے لیکر حضرت محمد ﷺ

تک بڑی شان والے کئی نبی اپنی اپنی اُمتوں کی رہنمائی کیلئے اس دنیا میں آتے رہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان میں سے کسی کے لیے یہ نہیں کہا کہ جو تمہاری تابعداری کریں گے اللہ ان سے محبت کرے گا یہ خوشخبری صرف محمد عربی ﷺ کی اُمت کو سنائی گئی جس سے آپ ﷺ کے کامل اور مکمل ہونے کا پتا چلتا ہے ۔شب معراج کو اپنے حبیب ﷺ کو آسمانوں پر بلا کر ملاقات کا شرف بخشا جنت دوزخ کی سیر کرانا بھی آپ ﷺ کے کامل ہونے کا ایک ثبوت ہے ۔اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے کسی پیغمبر یا نبی کو یہ شرف نہیں بخشا۔

محمدی ﷺ انقلاب کے حیرت انگیز پہلوؤں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جس نے آپ ﷺ کے پیغام کو قبول کیا اس کی ساری ہستی بدل گئی اس کے ذہن کی ساخت اس کے افکار و جذبات اس کے ذوق اور دلچسپیاں اس کی دوستیاں اور دشمنیاں اس کے اخلاق و معیار سب کے سب بدل گئے چور اور ڈاکو آئے تو دوسروں کے اموال کے نگہبان بن گئے ۔زانی آئے تو دوسروں کی عصمتوں کے رکھوالے ہو گئے ،سود خور آئے تو اپنی کمائیاں خدا کے دین اور بندوں کی خدمت کیلئے لٹانے لگے ۔آپ ﷺ کی ذات اقدس تمام انسانیت کے لیے باعث افتخار ہے یہی وجہ ہے کہ چودہ سو سال سے ہر دور کے بڑے بڑے فلاسفر، عظیم مفکرین اور دنیائے فکر کو اپنے افکار سے مزین کرنے والی نامور اور باکمال شخصیات آپ ﷺ کے سامنے دست بستہ کھڑے یہ کہتے دکھائی دیتی ہیں کہ آپ ﷺ ہی وہ انسان ہیں جن کے ساتھ انتساب کو ہم اپنے لیے باعث فخر سمجھتے ہیں ۔آپ ﷺ کی عظمت کا اندازہ لگانے کیلئے یہی کافی ہے کہ دور حاضر میں گمراہی و بربادی کے تمام اسباب کے پائے جانے کے باوجود ہم مسجدوں کے میناروں سے مسلسل اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمْدُ الرسُولُ اللّٰہ کی صدائیں سن رہے ہیں اور مسلسل اس بات کا مشاہدہ کر رہے ہیں کہ کیسے روح محمدی ﷺ ہر جگہ رفعت و بلندی کے نئے نئے آفاق کھولتی ہے جس کے نتیجہ میں ہم روزانہ پانچ مرتبہ عالم روحانی میں شوق و اشتیاق کے جذبات سے سرشار ہوتے ہیں۔

آپ ﷺ کی ذات اقدس ہی تمام موجودات کے وجود کا سبب بنی ۔آپ ﷺ ہی کی خاطر

ساری کائنات کو پیدا کیا گیا۔ یہ مقولہ زبان زدِ عام ہے کہ آپ ﷺ نہ ہوتے تو افلاک کو اللہ تعالیٰ پیدا ہی نہ فرماتا۔ چونکہ سرورِ کونین سید البشر حضرت محمد ﷺ جیسے ایک بلند آہنگ رہبر و رہنما کی ضرورت تھی جو وجودِ کائنات کی حقیقت بتائے اور حضرت انسان "جس کے لیے زمین و آسمان سورج چاند ستارے اور کائنات کو تخلیق کیا گیا ہے" کو بتائے کہ وہ کہاں سے آیا ہے کہاں جائے گا اس کا مقصدِ حیات کیا ہے۔ اگر آپ ﷺ کی ذات بابرکات نہ ہوتی تو کائنات اور انسان کی تخلیق کا کوئی مقصد باقی نہ رہتا کیونکہ رسول اللہ ﷺ ہی وہ مکمل ذات ہیں جنہوں نے تمام مخلوق کو زندگی کا مقصد عطا فرمایا۔

بعض لوگ خاص خاص میدانوں میں صفِ اوّل کے لوگوں میں شمار ہوتے ہیں لیکن زندگی کے دیگر شعبوں میں پچھلی صفوں میں پائے جاتے ہیں میدان جنگ کے کامیاب سپہ سالار کو دیکھتے ہیں کہ جنگ فنون میں چاہے اسے کتنی مہارت حاصل کیوں نہ ہو وہ بعض اوقات شفقت، نرم دلی اور فہم و فراست میں ایک معمولی شخص کے مرتبے کو بھی نہیں پہنچ سکتا کیونکہ کثرت سے جنگ و قتال میں مصروف رہنے کی وجہ سے اس کے احساسات و جذبات کی لطافت و حساسیت ختم ہو جاتی ہے اور وہ کسی انسان کو قتل کرتے وقت کسی قسم کے رحم کے جذبات محسوس نہیں کرتا۔ بعض اوقات ایک سیاست دان سیاست کے میدان میں جس قدر کامیاب ہوتا ہے سچائی سے اسی قدر دُور ہوتا ہے اور بعض اوقات انسانی حقوق کی بھی پاسداری نہیں کرتا۔ بعض انسان اثباتی فلسفے سے متاثر ہو کر ہر چیز پر تجربات کرنے لگتے ہیں لیکن روحانی اعتبار سے بالکل صفر ہوتے ہیں اور کتنے ہی لوگوں کی عقل ان کی آنکھوں میں آجاتی ہے جس کے نتیجے میں انہیں مادّی چیزوں کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا اس سے پتا چلتا ہے کہ بعض لوگ خاص خاص میدانوں میں کامیابی تو حاصل کر لیتے ہیں لیکن زیادہ شعبوں میں ناکام ہی رہتے ہیں۔ لیکن رسول اللہ کی شخصیت میں یہ بات نہیں پائی جاتی کہ آپ ﷺ جنگجو ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی شفیق بھی تھے ماہر سیاسیات ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی بامروت اور باضمیر بھی تھے مادّی اور تجرباتی امور کو اہمیت دینے کے ساتھ ساتھ

روحانیات میں اعلیٰ ترین مقامات پر فائز تھے ۔ جنگ اُحد کے واقعہ میں اس کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں ۔ اس معرکے میں آپ ﷺ کے چچا حضرت حمزہؓ کو نہ صرف شہید کیا گیا بلکہ ان کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے ۔ آپ ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی حضرت عبداللہ بن جحشؓ کے جسم کے بھی ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے ۔ آپ ﷺ کا سر مبارک زخمی ہوا اور دندان مبارک شہید ہوئے اور آپ ﷺ کا جسم اطہر لہولہان ہو گیا ۔ لیکن جس وقت آپ کے دشمن آپ ﷺ کو شہید کرنے کیلئے آپ ﷺ پر شدید حملے کر رہے تھے تو اس وقت آپ ﷺ کی عظیم ہستی ہاتھ اٹھائے اللہ کے حضور گڑگڑا کر یہ دعا مانگ رہی تھی اے اللہ! میری قوم کو معاف کر دے کیونکہ وہ جانتی نہیں ۔ یہ کس قدر عظیم اور عمدہ شفقت کا ثبوت ہے کہ آپ کے دشمن تو آپ ﷺ کو قتل کرنے کے درپے ہیں اور آپ ﷺ انہیں دعائیں دینے کیلئے اللہ کے حضور گڑگڑا رہے ہیں ۔ فتح مکہ کے موقع تک آپ ﷺ کے دشمنوں نے ایذاء رسانی کا کوئی ایسا طریقہ نہ چھوڑا تھا جو انہوں نے آپ ﷺ پر آزما نہ لیا ہو انہوں نے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کا مقاطعہ کر کے انہیں گھروں سے نکال دیا اور مسلمانوں کے ساتھ ہر قسم کے تعلقات ختم کر دیے مسلمان تین سال تک گھاس جڑی بوٹیاں اور درختوں کے پتے کھانے پر مجبور ہو گئے تھے ۔ لیکن اہل مکہ پر کوئی اثر ہوا اور نہ ہی ان کے دلوں میں رحم کے جذبے نے کوئی کروٹ لی ۔ بدر، اُحد اور خندق کے موقع پر خون ریز جنگیں کیں طواف کعبہ جیسے بنیادی حق سے محروم رکھا اور کڑی شرائط پر مشتمل معاہدے کے تحت انہیں گھروں کو لوٹا دیا گیا لیکن اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر انعام فرمایا چنانچہ انہوں نے مکہ فتح کیا رسول اللہ ﷺ ایک عظیم لشکر کی قیادت کرتے ہوئے مکہ میں داخل ہوئے بغض و عداوت سے بھری ہوئی اس ساری تاریخ کے باوجود آپ ﷺ جب اپنی سواری پر مکہ میں داخل ہوئے تو ڈھال آپ کے سینہ مبارک پر تھی تلوار آپ ﷺ کے دست مبارک میں تھی اور تیر آپ ﷺ کی پشت مبارک پر لٹک رہے تھے لیکن اس جنگی لباس کے تمام تر مظاہرے کے باوجود انکساری کا یہ عالم تھا کہ آپ ﷺ سر جھکائے ہوئے رحمت اور شفقت کا پیکر بنے ہوئے تھے آپ ﷺ نے اہل مکہ کے سارے ظلم و ستم سے

صرف نظر کرتے ہوئے سب کو معاف کرتے ہوئے فرمایا۔''آج کے دن تم پر کچھ عتاب و ملامت نہیں، اللہ تعالیٰ تم کو معاف فرمائے اور وہ بہت رحم کرنے والا ہے'' آپ ﷺ تدبر اور توکل کے جس مقام پر فائز تھے اس تک کوئی نہ پہنچ سکا اور نہ پہنچ سکے گا۔ نبی رحمت ﷺ کا کامل اور مکمل ہونے کا اعتراف نہ صرف مسلمان ہی کرتے ہیں بلکہ دوسرے مذاہب کے لوگ بھی آپ ﷺ کو دنیا کا کامل ترین انسان سمجھتے ہیں۔ایک مغربی مفکر لکھتا ہے کہ انسانیت اپنے آغاز سے محمد ﷺ کے دور تک اپنے مقدر کی ترقی کا 25% حاصل کر سکی لیکن عہد نبوی میں اس نسبت میں عموداً اضافہ ہوا اور یہ 50% تک پہنچ گئی اور عہد نبوی کے بعد اب تک تمام تر کوششوں کے باوجود یہ نسبت صرف 75% تک بلند ہو سکی ہے۔ایک اور انصاف پسند محقق ویل (Wahl) لکھتا ہے کہ ہر عظیم انسان اپنے بعد کچھ آثار چھوڑتا ہے نبی، مصلح مجدد، اور بڑے بڑے حکمرانوں کے اپنے اپنے آثار ہیں لیکن محمد ﷺ کے آثار اس قدر عظیم ہیں کہ ان کا کسی کے ساتھ موازنہ ممکن نہیں ۔آگے چل کر لکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو اس وحشت ناک صحرا میں اجڈ اور پسماندہ قوم کی صورت میں مٹی ،پتھر اور دھاتیں دیں تا کہ آپ ﷺ ایسے لوگوں سے قیامت تک ابو بکرؓ،عمرؓ،عثمانؓ،علیؓ،خالد بن ولیدؓ،عقبہ بن نافع اور طارق بن زیاد رضی اللہ عنہم جیسے خالص سونے کے لوگ تیار کریں ۔ایک تعلیم یافتہ ہندو نے اپنے مسلمان استاد سے گفتگو کے درمیان کہا کہ میں آپ کے پیغمبر ﷺ کو دنیا کا سب سے کامل انسان مانتا ہوں ۔استاد نے دریافت کیا کہ تم کیسے پیغمبر اسلام کو دنیا کا کامل ترین انسان مانتے ہو؟۔اس نے جواب دیا کہ مجھے آپ ﷺ کی زندگی میں بیک وقت اس قدر اوصاف نظر آتے ہیں جو کسی ایک انسان نے دنیا کی تاریخ میں یکجا کر کے نہیں دکھائے ۔مثلاً بادشاہ ایسا کہ پورا ملک اس کی مٹھی میں ہو اور بے بس ایسا کہ خود اپنے آپ کو بھی اپنے قبضہ میں نہ جانتا ہو بلکہ اللہ کے قبضہ میں سمجھتا ہو دولت مند ایسا کہ خزانے اونٹوں پر لدے ہوئے اس کے دارالحکومت میں آرہے ہیں اور محتاج ایسا کہ مہینوں اس کے گھر میں چراغ نہ جلتا ہو اور کئی وقت اس کے فاقے سے گزر جاتے ہوں ۔سپہ سالار ایسا مٹھی بھر نہتے انسانوں کو

لے کر ہزاروں غرق آہن فوجوں سے کامیاب لڑائی لڑا ہو۔صلح پسند ایسا کہ ہزاروں پر جوش جان نثاروں کی ہم رکابی کے باوجود صلح کے کاغذات پر بے چون وچرا اس دستخط کر دیتا ہو۔شجاع ایسا کہ ہزاروں کے مقابلہ میں اکیلا تنہا کھڑا ہوا اور رزم ایسا کہ انسانی خون کا قطرہ بھی اپنے ہاتھ سے نہ بہایا ہو با تعلق ایسا کہ عرب کے ذرّہ ذرّہ کی اس کو فکر، بیوی بچوں کی فکر، غریب اور مفلس کی بھولی ہوئی دنیا کو سدھارنے کی فکر، غرض سارے جہاں کی اس کو فکر۔بے تعلق ایسا کہ اپنے اللہ کے سوا کسی اور کی یاد اس کو نہ ہو اور اس کے سوا ہر چیز اس کے لیے بے معنی ہو اپنی ذات کے برا کہنے والوں سے کبھی بدلہ نہ لیا اور اپنے ذاتی دشمنوں کے حق میں دعائے خیر کی اور ان کا بھلا چاہا لیکن اللہ کے دشمنوں کو اس نے کبھی معاف نہ کیا۔عین اس وقت جب لوگ اس کو شاہِ عرب کہہ کر پکارتے ہیں وہ کھجور کی چٹائی کا تکیہ لگائے کھجور کی چٹائی پر بیٹھا نظر آتا ہے۔عین اس وقت جب اطراف عرب سے آکر اس کے صحن مسجد میں مال و اسباب کا انبار لگا ہوتا ہے اس کے گھر میں فاقہ کی تیاری ہو رہی ہوتی ہے۔عین اس وقت جب لڑائیوں کے قیدی مسلمانوں کے گھروں میں لونڈی اور غلام بن کر بھیجے جا رہے ہیں فاطمہؓ بنت رسول ﷺ اپنے ہاتھوں کے چھالے جو چکی پیسنے اور کندھوں کے نشان جو مشکیزہ بھر کر لانے سے پڑ گئے تھے دکھا کر ایک غلام کی خواہش کرتی ہیں تو آپ ﷺ اسے واپس موڑ دیتے ہیں عین اس وقت جب آدھا عرب آپ کے زیر نگین آ چکا تھا حضرت عمرؓ دربار نبوت میں حاضر ہو کر کاشانہ نبوت کا جائزہ لیتے ہیں تو آپ ﷺ ایک کھردری چٹائی پر آرام فرما رہے ہوتے ہیں جس سے جسم اطہر پر نشان پڑ گئے ہیں حضرت عمرؓ یہ حالت دیکھ کر آبدیدہ ہو جاتے ہیں۔سبب دریافت ہوتا ہے تو حضرت عمرؓ کہتے ہیں یا رسول اللہ قیصر و کسریٰ تو دنیا کے مزے لوٹ رہے ہیں اور آپ ﷺ اس حالت میں! ارشاد ہوتا ہے اے عمرؓ تم اس بات پر راضی نہیں کہ قیصر و کسریٰ دنیا کے مزے لوٹیں اور ہم آخرت کی سعادت۔علامہؒ نے بھی اسی لیے فرمایا:

حسنِ یوسف، دمِ عیسیٰ، ید بیضا داری

ہر چہ خوباں ہمہ دارند، تو تنہا داری

سالکینِ حق کا دستور العمل

(انتخاب: حافظ محمد یٰسین)

فرمایا: مجاہدہ اور محاسبہ نفس کرنے والے اولوالعزم سالکین راہ حق کیلئے دس خصلتیں ہیں جن پر انہوں نے مداومت کی، پھر ان خصائل کو جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے قائم اور مضبوط کرلیا تو شریعت کے بلند مرتبوں پر پہنچ جاتے ہیں۔

پہلی خصلت یہ ہے کہ بندہ قصداً یا سہواً جھوٹی یا سچی ''اللہ کی قسم'' نہ کھائے اس لیے کہ اس خصلت کو جب اپنی ذات میں مضبوط کرلیا اور اپنی زبان کو اس کا عادی بنالیا تو یہ عادت بندہ کو قصداً یا سہواً ہر طرح کی قسم کو چھوڑ دینے کی طرف لے آتی ہے اور جب وہ اس ترک حلف کا عادی ہوگیا تو اللہ اس پر اپنے انوار کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھول دیتا ہے۔ پھر وہ اپنے دل میں اس عادت کی منفعت اور اپنے درجہ میں رفعت اور اپنے عزم وصبر میں قوت پاتا ہے اور اپنے بھائیوں میں تعریف اور پڑوسیوں میں بزرگی حاصل کرتا ہے یہاں تک کہ جو اسے پہچانتا ہے اس کی تقلید کرتا ہے اور جو اسے دیکھتا ہے اس سے ہیبت کھاتا ہے۔

دوسری خصلت یہ ہے کہ قصد کے ساتھ یا مذاق کے ساتھ ہر طرح جھوٹ کہنے سے بچے۔ اس لیے کہ جب ایسا کرے گا اور اس صفت کو اپنے نفس میں مضبوط رکھے گا اور سچ بولنے کو زبان کی عادت کرلے گا تو اللہ اس کا سینہ کھول دے گا اور اس شرح صدر سے اس کا علم روشن کردے گا۔ ایسا کہ گویا وہ جھوٹ کو جانتا پہچانتا ہی نہیں۔

تیسری خصلت یہ ہے کہ اگر کسی سے کسی شے کا وعدہ کیا ہے تو اس وعدے کے خلاف کرنے سے بچے یا قطعی طور پر وعدہ ہی نہ کرے کیونکہ یہ وعدہ نہ کرنا اس کے حق میں وعدہ خلافی

سے بچنے کے لیے زیادہ قوی ہےاوراس کے راستہ کے لیے زیادہ میانہ روّی ہے،اس لیے کہ وعدہ خلافی جھوٹ کی ایک قسم ہےاور جب وعدہ خلافی سے ڈر کر وہ ایسا کرے گاتو اس کے لیے سخاوت کا دروازہ اور حیاء کا درجہ کھل جائے گا اور صادقین کے دلوں میں اس کی محبت ہو گی اور اللہ کے نزدیک اسے رفعت دی جائے گی۔

چوتھی خصلت یہ ہے کہ مخلوقات میں سے کسی چیز پر لعنت نہ کرے اور کم وبیش کسی کو ایذا نہ پہنچائے کیونکہ یہ صفت اخلاق ابرار و صدیقین میں سے ہے،اور ایسے شخص کیلئے حسن خاتمہ ہے اور وہ دنیا میں ان درجات کے ساتھ جو خدا نے اس کیلئے مہیا کر رکھے ہیں حفاظتِ الٰہی میں رہتا ہے اور اللہ اسے ہلاکت میں گرنے سے بچاتا ،اور مخلوق کے گزند سے اسکو سلامت رکھتا ہے اور اسے اپنا مقرب اور اپنے بندوں پر مشفق بناتا ہے۔

پانچویں خصلت یہ ہے کہ کسی مخلوق پر بھی بد دعا کرنے سے پرہیز کرے اگر چہ اس پر ظلم کیا گیا ہو پھر بھی ظلم کرنے والے سے بول چال نہ چھوڑے اور اس کے کردار کا اس سے بدلہ نہ لے اور اپنے قول وفعل سے اس کی ہمسری نہ کرے بلکہ خدا کے لیے تحمل و برداشت کرے اس لیے کہ یہ خصلت بندہ کو درجات عالیہ کی طرف بلند کرتی ہے۔اور بندہ اس خصلت کے ساتھ جب مودب و آراستہ ہو جاتا ہے تو پالیتا ہے دنیا و آخرت میں بڑے درجے کو اور دور ونزدیک کی تمام مخلوق میں محبت اور دوستی اور مقبولیت کو۔دعا کی قبولیت کو،عبادت اور امور خیر میں بلند مرتبہ قلوب مومنین میں اپنے اعزاز اور وقار کو۔

چھٹی خصلت یہ ہے کہ اہل قبلہ میں سے کسی مخلوق پر یقین کے ساتھ کفر و شرک اور نفاق کی گواہی نہ دے۔کیونکہ یہ خصلت رحمت سے زیادہ قریب اور مرتبہ میں زیادہ بلند ہے اور یہ خصلت کمال اتباع سنت ہے۔اور اللہ کے علم میں دخل دینے سے بہت بعید اور خدا کے غضب سے بہت دور رکھنے والی ہے۔اور یہ خصلت اللہ کی رحمت و رضامندی سے بہت قریب ہے۔ پس! اللہ کے

نزدیک یہ ایک بلند اور بڑا دروازہ ہے جو بندہ مومن کو تمام مخلوق پر مہربانی کرنے کا مالک بنا دیتا ہے۔

ساتویں خصلت یہ کہ ظاہر و باطن میں گناہوں کی چیزیں دیکھنے سے بچے اور اپنے اعضاء کو گناہوں سے باز رکھے کیونکہ یہ عمل اس دنیا میں قلب اور جوارح کو حصول ثواب کی طرف جلد لے جانے والا ہے۔ باوجود ان ذخائر کے جنہیں خیر آخرت سے اللہ نے اسکے لیے رکھا ہے۔ ہم اللہ سے سوال کرتے ہیں کہ ان خصلتوں پر عمل کرانے سے ہم پر احسان کرے اور ہماری شہوات کو ہمارے دلوں سے نکال دے۔

آٹھویں خصلت یہ ہے کہ مخلوق میں سے کسی پر خواہ وہ بڑا ہو یا چھوٹا اپنا بوجھ ڈالنے سے خواہ وہ تھوڑا ہو یا بہت، پرہیز کرے۔ بلکہ تمام مخلوق سے اپنی ان چیزوں کا بوجھ اٹھا لے جن کی اسے احتیاج ہے۔ یا وہ مستغنی ہے۔ کیونکہ یہ خصلت عابدین کی پوری عزت ہے اور متقین کا شرف ہے اور اسی سے وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر قوت پاتا ہے۔ پھر سب مخلوق اسکے نزدیک ایک مرتبہ میں ہو جاتی ہے۔ جب مومن ایسا ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ اسے غنا اور یقین عطا کرے گا اور اپنی (اللہ کی) ذات پر بھروسہ کرنے والا بنا دے گا۔ اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی خواہش نفس سے بلند نہیں کرتا پھر اس مومن کے نزدیک حق میں تمام مخلوق برابر ہو جائے گی۔ اور اس پر یقین رکھنا چاہیے کہ یہ عزت مومنین کا دروازہ ہے اور متقین کے لیے شرف ہے اور یہ خصلت مقام اخلاص تک پہنچنے کے لیے بہت قریب دروازہ ہے۔

نویں خصلت یہ کہ سالک کو سزاوار ہے کہ آدمیوں سے طمع نہ رکھے اور جو چیزیں مخلوق کے پاس ہیں نفس کو ان کے لالچ میں نہ ڈالے۔ پس بیشک یہ بڑی عزت اور خالص غنا اور بڑی بادشاہی ہے، اور بڑا فخر اور روشن یقین ہے اور شفا دینے والا کھلا ہوا توکل ہے اور یہ زہد اور خدا پر اعتماد رکھنے کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے اور اسی سے پرہیز گاری پائی جاتی ہے اور عبادت کامل ہوتی ہے، اور یہ ان لوگوں کی علامت میں سے ہے جنہوں نے سب رشتے قطع

کر کے اللہ ہی سے تعلق رکھا۔

دسویں خصلت تواضع ہے اس واسطے کہ تواضع سے عابد کا مقام اونچا اور مرتبہ بلند کیا جاتا ہے اور خدا و خلق کے نزدیک اس کی عزت اور بلندی پوری ہو جاتی ہے۔ اور وہ دنیا و آخرت کی جس چیز کا ارادہ کرتا ہے اس پر قادر ہو جاتا ہے اور یہ خصلت کل طاعات کی اصل اور ان کی فرع اور ان کا کمال ہے اور اسی سے بندہ ان صالحین کے مرتبے پاتا ہے جو خوشی اور تکلیف دونوں میں اللہ سے راضی ہیں اور یہ خصلت تواضع کمال تقویٰ ہے، اور تواضع کی تعریف یہ ہے کہ بندہ جس کسی سے بھی ملے اس کی بڑائی اپنی ذات پر دیکھے اور کہے شاید یہ شخص مجھ سے بہتر اور مرتبہ میں بلند ہو پس اگر وہ چھوٹا ہے تو کہے کہ اس نے اللہ کی نافرمانی نہیں کی اور میں نے بیشک نافرمانی کی ہے۔ پھر کوئی شبہ نہیں کہ وہ مجھ سے بہتر ہے اور اگر وہ بڑا ہے تو کہے کہ اس نے مجھ سے پہلے اللہ کی عبادت کی ہے اور اگر وہ عالم ہے تو کہے کہ اسے وہ چیز دی گئی ہے جس تک میں نہیں پہنچا اور اس نے وہ چیز پائی ہے جو میں نے نہیں پائی ہے اور اس نے اس چیز کو جانا ہے جسے میں نے نہیں جانا اور وہ علم کے ساتھ عمل کرتا ہے۔ اگر وہ جاہل ہے تو کہے کہ اس نے اللہ کی نافرمانی انجانے میں کی ہے اور میں نے جان کر اللہ کی نافرمانی کی ہے اور میں نہیں جانتا کہ میرا خاتمہ کس حال پر ہو گا اور اس کا خاتمہ کس حال پر ہو گا۔ اور اگر وہ کافر ہے تو کہے میں نہیں جانتا شاید کہ مسلمان ہو جائے اور پھر اس کا خاتمہ عمل خیر پر ہو اور ممکن ہے کہ میں کافر ہو جاؤں اور میرا خاتمہ برے عمل پر ہو اور یہ خصلت دروازہ ہے غیر پر شفقت کرنے اور اپنے نفس پر ڈرنے کا اور یہ زیادہ سزاوار ہے کہ اس کی مداومت رکھی جائے اور یہ وہ انتہائی چیز ہے جس کا اثر بندوں پر باقی رہے گا۔ جب بندہ ایسا ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ اسے آفات نفس سے محفوظ رکھے گا۔ اور اسے اللہ کیلئے نصیحت کرنے والے صاحب ارشاد کے مقام پر پہنچا دے گا، اور وہ دوستان و مقبولان بارگاہِ رحمٰن سے اور اللہ کے دشمن ابلیس کے اعداء میں سے ہو گا اور یہ دروازہ رحمت کا ہے اور اسی تواضع کے ساتھ کبر کا

دروازہ بند ہو جاتا ہے اور عُجب کی رسی کٹ جاتی ہے اور بندہ کے نفس کی بڑائی کا درجہ دین اور دنیا و آخرت میں گھٹ جاتا ہے اور تو اضع عبادت کا مغز ہے اور زاہدوں کی انتہائی بزرگی اور عابدوں کی پہچان ہے۔ پس کوئی شے اس سے افضل نہیں ہے، اور اس خصلت کے ساتھ ساتھ بندہ کی زبان بے سود باتوں اور تمام عالم والوں کے ذکر (اور غیبت) سے بند ہو جاتی ہے اور اس خصلت کے بغیر اس کا کوئی عمل پورا نہیں ہوتا۔ اور یہ تمام احوال میں اس کے دل سے کبر اور کینہ اور بغاوت کو نکال دیتی ہے اور اس کی زبان اور اس کی خواہش اور اس کا کلام ظاہر و باطن میں ایک ہو جاتا ہے اور مخلوق اس کے نزدیک نصیحت و خیر خواہی میں برابر اور ایک ہو جاتی ہے۔ اور وہ اللہ کی کسی مخلوق کو برائی کے ساتھ یاد نہیں کرتا اور کسی کو کسی فعل پر بلا مصلحت سرزنش نہیں کرتا اور پسند نہیں کرتا کہ اس کے روبرو کسی کی برائی بیان کی جائے اور ایسے بیان سے اس کا دل خوش نہیں ہوتا۔ اور غیبت آفت ہے عابدوں کے لیے اور ہلاکت ہے عابدین اور زاہدوں کے لیے مگر جس کو اللہ تعالٰی نے اس کی زبان اور قلب کی حفاظت پر اپنی رحمت سے مدد عطا فرمائی (وہ اس سے بچا)

(ماخوذ از فتوح الغیب از شیخ عبدالقادر جیلانیؒ)

پیغام اقبالؒ

(ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ)

علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ کا پیغام ایک جملے میں تو صرف اتنا ہے کہ انسان کو اس کی پہچان عطا کردی جائے ۔انسان اپنے آپ کو پہچان لے،اور غالباً یہی وہ عمل ہے جسے تمام انبیاء کرتے چلے آئے ہیں ۔انسان اپنے مقام سے اس وقت گرتا ہے جب اس کو یاد نہیں رہتا کہ اس کا مقام کیا ہے؟ تو جو چیز بار بار یاد دلائی جاتی رہی ہے وہ یہ ہے کہ انسان کی حقیقت وحیثیت کیا ہے اس کا منصب و مقام کیا ہے؟ اس کی عظمت کیا ہے؟ اس کے فرائض کیا ہیں؟ اس کا اللہ سے اور پھر اس کائنات سے تعلق کیا ہے؟ اس کا دوسرے انسانوں سے دوسری مخلوقات سے تعلق کیا ہے؟یہی وہ بات ہے جسے علامہ اقبالؒ ''خودی'' کہتے ہیں ۔

میں جلدی میں چند اشارے کروں گا کہ انسان کی گراوٹ کس کس طرح سے ہوتی رہی ہے اور تاریخ میں کس طرح سے انسان نے ٹھوکریں کھائی ہیں ۔عیسائیت نے ہمیں بتایا کہ انسان پیدائشی گنہگار ہے ۔ پیدائشی مجرم ہے ۔انسان کے گنہگار بننے کے لیے اور مجرم بننے کیلئے اس سے بڑا بہانہ اور کوئی نہیں مل سکتا تھا جو کہ اس مذہب نے دے دیا ۔جب ایک شخص پیدائشی گنہگار اور مجرم ہے تو وہ گنہگار کیوں نہ بنے! مجرم کیوں نہ بنے ؟یہ عینک ہے' دیکھنے کے لیے بنائی گئی ہے تو دیکھنے کا کام دے گی ۔

ہندومت نے تو یہ کہا کہ کچھ لوگ بھگوان کے سر سے پیدا ہوئے ہیں، کچھ اس کے پیر سے پیدا ہوئے اور کچھ اس طرح سے پیدا ہوئے ہیں کہ نجس ہیں ناپاک ہیں ۔جس کو ناپاک ہی

پیدا کیا گیا وہ بے چارہ کب پاک بننے کی خواہش رکھ سکتا ہے اور آخر وہ پاکیزگی اختیار کرنے کی کوشش کیوں اور کیسے کر سکتا ہے؟

سگمنڈ فرائیڈ نے یہ کہا انسان جنس کا مارا ہوا ہے۔ماں بیٹے سے پیار کرتی ہے تو جنس کی ماری ہوئی ہے۔جنسی تلذذ حاصل کرتی ہے۔ بیٹا بیٹی سے اور دوست دوست سے اور ہمسایہ ہمسائے سے غرضیکہ تمام تعلقات کے پیچھے ایک ہی غرض ہے اور وہ ہے جنسی تلذذ!

کارل مارکس نے کہا کہ پیٹ ہے اصل مسئلہ! پیٹ نہیں بھرے گا تو دوسرے کے پیٹ میں چھرا گھونپا جائے گا۔انسان کی پوری تاریخ باہمی طبقاتی کشمکش کی تاریخ ہے۔غریب امیر کو اور امیر غریب کو پیٹتا چلا آ رہا ہے۔اصل مسئلہ پیٹ ہے اور سارے جھگڑے روٹی، کپڑے اور مکان کی وجہ سے ہیں۔''

ڈارون نے کہا: ''ہم سب حیوان ہیں۔'' خیر یہ تو نئی باتیں تھیں، لیکن فلسفہ یونان پڑھیں تو اڑھائی ہزار سال کی تاریخ سے لے کر آج تک حیرت ہوتی ہے کہ انسان کو کسی نے انسان نہیں کہا۔کسی نے اس کو حیوانِ ناطق (Talkative Animal) کہا کسی نے اس کو حیوانِ عاقل (Rational Animal) کہا، کسی نے اس کو سماجی حیوان (Social Animal) کہا۔انسان کو انسان بنانے کا کام صرف انبیاء کرتے چلے آئے ہیں یا وہ لوگ جو کہ انبیاء کے پیرو ہیں اور یہ ہے وہ کام جو اس صدی میں علامہ اقبالؒ نے فلسفہ خودی کے نام سے کر دکھایا ہے۔قرآن کہتا ہے۔''ہم نے بنی آدم کو عزت عطا فرمائی۔''(بنی اسرائیل:۷۰)

اس میں اولیاء اللہ متقین اور مومنوں کا نام نہیں لیا ہے۔بس یوں کہا: ''ہم نے آدم کے بیٹوں کو عزت بخشی ہے۔''انسان کو عزت بخشی ہے۔علامہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ

آدمیت احترامِ آدمی
باخبر شو از مقامِ آدمی

ارشادِ ربانی ہے:''ہم نے انسان کو بہترین انداز میں پیدا کیا ہے۔''(التین:۴)

مجرم اور ڈاکو، چور اور گناہ گار بنا کے نہیں بھیجا ہے۔ ہاں اس کو آزادی ہے۔ اپنی مرضی ہے چاہے تو ہم سے پیار کر لے نہیں کرنا چاہتا تو نہ کرے۔ لیکن پیار کرنے پہ ہم نے اسے مجبور نہیں کیا اور نہ جرم اور گناہ کرنے پر مجبور کیا ہے کہ پیدائشی گناہ گار بنا کر بھیج دیں' انسان پہ کوئی جبر نہیں ہے۔ آزاد مخلوق ہے۔

انسان کا مقام جو قرآن نے بیان کیا ہے اور علامہ اقبالؒ بھی اسی کے خوشہ چین ہیں، وہ دو باتوں میں ہے، ایک یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کا خلیفہ یعنی نائب ہے۔ نائب کیسے بنایا گیا ؟ ایک بہت بڑی امانت آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی گئی۔ فرمانِ الٰہی ہے:

''ہم نے آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کے سامنے امانت پیش کی۔ انہوں نے اسے اٹھانے سے انکار کر دیا، اور اس سے ڈر گئے۔ انسان نے اُٹھالیا۔'' سارے ہی بھاگ گئے۔ پہاڑ کیا، زمین کیا اور آسمان کیا!!!

آسمان بار امانت نتوانست کشید
قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند

انسان نے یہ امانت اٹھالی۔ امانت کیا تھی؟ یہی خلافت تھی کہ زمین میں با ارادہ اور با اختیار (with full powers) بن کے رہو۔ کائنات کی اور چیزوں کی طرح مجبور محض بن کے نہیں۔ سورج بیچارہ ایک مقررہ وقت پر طلوع ہونے پر مجبور محض ہے۔ کچھ اور کر ہی نہیں سکتا کائنات کی ہر چیز مجبور ہے۔ انسان کو آزاد بنا دیا۔ نائب وائسرائے اور اپنا خلیفہ بنا دیا۔ فرمایا: ''میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں۔'' (البقرہ: ۳۰)

اور پھر بے حد اختیارات اور طاقتیں دے کر دنیا میں بھیج دیا۔ اتنی آزادی اور اتنے اختیارات دیئے کہ چاہو تو اللہ تعالیٰ سے پیار کر لو اور چاہو تو اِدھر اُدھر منہ مار لو۔ چاہو تو اس پر ایمان لے آؤ اور چاہو تو کفر کر لو۔ چاہو تو فرمانبردار بن جاؤ، چاہو تو نافرمان بن جاؤ۔ تھوڑی دیر کے لیے تو پوری آزادی ہے۔ ہاں جب وقت آئے گا تو ایک ایک عمل کا حساب ہو جائے گا۔

یہ ہے خلافت اور امانت! اور ڈیوٹی یہ لگا دی کہ تم میرے نائب ہو۔ میرے پیغامات آتے رہیں گے انہیں وصول کرنا۔ بقائمی ہوش وحواس ان کو سمجھنا، انہیں اپنے آپ پہ لاگو کرنا، پوری دنیا پہ نافذ کر دینا۔ نائب، گورنر اور وائسرائے کا تو یہی کام ہے اس کے ساتھ قوتیں اور اختیارات اتنے وسیع دے دیئے کہ دنیا کو اب کہیں جا کے سمجھ آنے لگا ہے کہ پوری کائنات کو انسان کے تابع فرمان بنا دیا ہے۔ حیران نہ ہو اس بات پہ! سائنس نے اب یہ بات کہی ہے' قرآن نے ڈیڑھ ہزار سال پہلے کہہ دی تھی کہ زمین میں ہم نے جو کچھ بنایا ہے صرف انسان کے لیے بنایا ہے۔ فرمایا: ''اللہ وہ ذات ہے جس نے زمین میں جو کچھ بھی پیدا کیا وہ سب تمہارے لیے پیدا کیا۔'' (البقرہ: ۲۹)

جہاں ہے تیرے لیے
تو نہیں جہاں کے لیے

اس کے آگے عجیب بات یہ کہہ دی، جو بہت مشکل سے سمجھ میں آتی ہے۔ فرمایا: ''ہم نے آسمانوں میں زمین میں جو کچھ بنایا ہے سب تمہارے لیے مسخر کر دیا۔ ہر چیز کو تمہارا خادم بنا دیا۔ تمہارا تابع فرمان بنا دیا۔ یہ بات سمجھنا ذرا مشکل تھی۔ بیسویں صدی میں آہستہ آہستہ سمجھ میں آنے لگی ہے کہ قرآن کی بات صحیح تھی! فرمایا:

''اس نے تمہارے لیے مسخر کر دیا جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اس کی طرف سے ہے۔'' یہاں میں آپ کی توجہ اس بات پر دلاؤں گا کہ پوری کائنات انسان کی چاکری میں مشغول ہے اس کائنات کا ایک ایک ذرہ انسان کی چاکری میں مشغول ہے۔ فرض کیجیے سورج طلوع نہ ہو تو چند ہی سیکنڈ میں سارے انسان مر جائیں، اس لیے کہ شمسی توانائی حیاتِ انسانی کے لیے از بس ضروری ہے۔ ہوا نہ ہو تو انسان چند سیکنڈوں کے بعد ختم ہو جائے گا۔ پانی نہ ہو، غذا نہ ہو تو بھی انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔ دنیا کی کسی چیز کے بارے میں غور کر لیجیے۔ ہر بڑی چیز اور ہر چھوٹی چیز، مہنگی یا سستی اگر موجود نہ رہے، تو انسان پریشان ہو جائے۔ کسی خاک کے ذرّے کے بارے میں یا گھاس کے پتے کے بارے میں فرض کر لیجیے کہ اس کا وجود کائنات

سے ختم ہوگیا ہے۔پھر دیکھئے کہ آپ کا کتنا نقصان ہوگیا۔اس لیے کہ گھاس کا ایک پتا بھی اپنی جگہ کوئی نہ کوئی کام کر رہا تھا،کوئی خدمت دچاکری کر رہا تھا۔اس کے چلے جانے سے آپ کا نقصان ہوگیا۔

اب ذرا یوں فرض کر لیجئے کہ حضرتِ انسان خود صفحۂ ہستی سے غائب ہو گئے۔کیا اس صورت میں سورج کا نقصان ہوگا؟ چاند کا نقصان ہوگا؟ ہواؤں، پہاڑوں یا سمندروں کا؟ ہرگز نہیں۔کسی چیز کا کچھ نہیں بگڑے گا۔اس لیے کہ سورج، چاند، پہاڑ، سمندر کوئی چیز بھی تو انسان کی محتاج نہیں۔انسان ہر چیز سے خدمت لے رہا ہے کسی چیز کے کام نہیں آرہا۔ہر چیز کو انسان کیلئے مسخر و تابع فرمان بنا دیا گیا ہے۔یہ ہے مطلب اس آیت کا: ''آسمانوں میں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے وُہ سب تمہارے لئے مسخر کر دیا۔تمہارے تابع فرمان کر دیا۔'' یہ ہے خلافت! یہ ہے وہ مقام جس کو یاد رکھنا انسان کے لیے ضروری ہے'اور جب یہ یاد نہیں رہتا تو انسان اپنے مقام سے گر جاتا ہے۔اور اس کو کہتے ہیں نسیانِ خودی اور اس کی اللہ تعالیٰ نے دھمکی بھی دی ہے اور کر کے بھی دکھایا ہے۔فرمایا: ''ان لوگوں کی طرح نہ بن جانا جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے ان کو ان کا اپنا آپ بھلوا دیا۔'' (الحشر: ۱۹)

انہیں اپنی پہچان نہ رہی، اپنی حیثیت، عظمت اور مقام و منصب سے غافل ہو گئے، بقول اقبالؒ اپنی خودی کھو بیٹھے۔اپنا تشخص اور اپنی شخصیت گنوا بیٹھے۔زندگی کی ساری معصومیت اور معنویت ختم ہوگئی۔اب نہ کوئی منزل نہ راہ، نہ لگن اور نہ کوئی سفر۔جب یہ صورت حال ہو جاتی ہے تو پھر انسان کو جہاں چاہو بیچ دو۔پھر وہ انگریز سرکار سے سولہ روپے مہینہ لیتا ہے اپنے بھائیوں پر گولیاں چلاتا ہے۔استعمار اپنے ساتھ فوجیں لے کر نہیں آتا۔جب انگریزوں نے ہندوستان فتح کیا تھا تو اپنے ساتھ فوجیں لے کر نہیں آئے تھے۔ہمارے ہاں سے ہمارے ہی بیٹوں کو'ہمارے بھائیوں کو اپنا فوجی' اپنا سپاہی بنایا۔ہم ہی سے پیسے کمائے۔ہمارے ہاتھوں سے اسلحہ بنوایا۔تجارت کروائی۔ہم سے انہوں نے افسر لیے۔کمشنر اور ڈپٹی کمشنر لیے۔ہم ہی سے سپرنٹنڈنٹ پولیس اور فوجی جرنیل لیے۔ہمارے ہی بھائیوں کے ذریعے سے! اس لیے کہ وہ بھائی بھول گئے تھے

کہ وہ ہیں کون؟ اور کس کے گلے میں زنجیریں ڈال رہے ہیں، اور یہ کن پہ کولیاں برسا رہے ہیں۔

میں اگر سوختہ ساماں ہوں تو یہ روزِ سیاہ
خود دکھایا ہے میرے گھر کے چراغاں نے مجھے
کوئی کافر میری تذلیل نہ کرسکتا تھا
مرحمت کی ہے یہ سوغات مسلماں نے مجھے

ہم لوگ تین سو سال تک غلام رہے ہیں تو یہ کسی استعمار کا کمال نہیں تھا کہ وہ ہمیں غلام بنا کر چلا گیا۔ یہ ہماری اپنی گراوٹ تھی کہ غلام بن گئے۔ ایک شخص اپنے ہوش میں نہیں ہے' کوئی اسے دھکا دے نہ دے وہ گر جائے گا۔ ہم خود گرنے کے موڈ میں تھے ہم گر گئے۔ اس ذلت سے نکلنے کا نام عرفانِ خودی ہے کہ اپنے آپ کو پہچان لو' تم غلامی کے لیے پیدا نہیں ہوئے ہو' تم خلافت کیلئے پیدا ہوئے ہو۔

عشق اور عقل ____ ذکر و فکر:

علامہ صاحبؒ کہتے ہیں دو چیزوں کو عرفانِ خودی کے حصول کیلئے کام میں لانا پڑتا ہے تو پھر یہ غلامی کا شکنجہ ٹوٹ جاتا ہے۔ عقل اور عشق ان دونوں سے بیک وقت کام لینا پڑتا ہے۔ ایک کو وہ فکر کہتے ہیں دوسرے کو وہ ذکر کہتے ہیں۔ ایک کو وہ شریعت کہتے ہیں' دوسرے کو طریقت کہتے ہیں۔ اب یہ فکر کا کام ہے کہ دیکھے راستہ ٹھیک ہے گاڑی پٹڑی کے اوپر چل رہی ہے یا نہیں۔ اور ذکر کا کام یہ ہے کہ ایندھن مہیا کرتا چلا جائے' جذبات و محبت کا۔ دیکھے کہ پیٹرول بھی گاڑی میں ہے یا نہیں۔ اگر گاڑی میں پیٹرول نہیں ہے تو جرنیلی سڑک پر کھڑی رہے گی' راستہ طے نہیں کرے گی۔ اور اگر پیٹرول تو ہے لیکن سڑک یا پٹڑی سے اتری ہوئی ہے تو کسی کھڈے میں جا کر گرے گی۔ معلوم ہوا شریعت و طریقت یا فکر و ذکر یا عقل و عشق دونوں بیک وقت درکار ہیں، ورنہ راستہ طے نہیں ہوگا۔ فکر پٹڑی ہے اور ذکر پیٹرول یا ایندھن۔

جو ذکر کی گرمی سے شعلے کی طرح روشن
جو فکر کی سُرعت میں بجلی سے زیادہ تیز

جوابِ شکوہ کے آخر میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندۂ مومن کو یوں خطاب ہوتا ہے:

عقل ہے تیری سپر عشق ہے شمشیر تیری
میرے درویش خلافت ہے جہانگیر تیری
ماسوا اللہ کے آگ ہے تکبیر تیری
تو مسلماں ہے تو تقدیر ہے تدبیر تیری
کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

بیدارئ خودی:

فرماتے ہیں کہ لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ بغیر خودی کی بیداری کے سمجھ میں نہیں آتا۔

خودی کی موت سے مشرق کی سرزمینوں میں
ہوا نہ کوئی خدائی کا راز داں پیدا

آہ اے رازِ عیاں کے نہ سمجھنے والے
حلقۂ دامِ تمنا میں الجھنے والے

ہائے غفلت کہ تیری آنکھ ہے پابند مجاز
نازیبا تھا تجھے تو ہے مگر گرمِ نیاز

تو اگر اپنی حقیقت سے خبر دار رہے
نہ سیہ روز رہے پھر نہ سیہ کار رہے

یوں ایک طرف تو ہمارا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ سیدھا ہوتا ہے۔ اپنی یہ پہچان حاصل ہوتی ہے کہ میں اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کا نائب ہوں، خلیفہ ہوں۔ اس نے یہ کائنات میرے لیے مسخر کی ہے۔ مجھے جسم و جان و مال کی ساری قوتیں بطور امانت عطا کی ہیں۔

دوسری طرف عرفان خودی کی صورت میں انسان پوری دنیا کے ساتھ اپنا تعلق سمجھ لیتا ہے کہ زمانے کے ساتھ اسے کیسا نبھاؤ کرنا ہے۔ اس معاملے میں سچی بات یہ ہے کہ علامہؒ نے قلم توڑ دیا ہے۔ ساقی نامہ سے چند شعر:

زمانہ کہ زنجیرِ ایام ہے — دموں کے الٹ پھیر کا نام ہے
یہ موجِ نفس کیا ہے؟ تلوار ہے — خودی کیا ہے؟ تلوار کی دھار ہے

یہ موجِ نفس کیا ہے؟ سانس کا لینا، سانس کا نکالنا، زندگی گزارتے چلے جانا۔ علامہ کہتے ہیں کہ اگر یہ سانس خودی کی بیداری کے ساتھ چل رہا ہے تو پھر یہ تلوار ہے کہ وقت کو کاٹتا چلا جائے گا۔ تم زمانے پہ چھاتے چلے جاؤ گے ورنہ زمانہ تم پہ چھا جائے گا۔

یہ موجِ نفس کیا ہے؟ تلوار ہے — خودی کیا ہے؟ تلوار کی دھار ہے
خودی کیا ہے راز درونِ حیات — خودی کیا ہے؟ بیداریٔ کائنات

زندگی تو ساری تریسٹھ سال تھی محمد رسول اللہ ﷺ کی! مگر اتنی بھرپور زندگی تھی کہ پوری کائنات اور کائنات کی تاریخ پر بھاری ہے۔ اسی لیے تو فرماتے ہیں:

خودی کیا ہے راز درونِ حیات — خودی کیا ہے؟ بیداریٔ کائنات
ازل اس کے پیچھے ابد سامنے — نہ حد اس کے پیچھے نہ حد سامنے
خودی کا نشیمن تیرے دل میں ہے — فلک جس طرح آنکھ کے تل میں ہے

اب عالم کا سن لیجئے کہ عالم سے ہمارا تعلق کیا ہے؟

یہ عالم یہ ہنگامہ رنگ وصورت | یہ عالم کہ ہے زیر فرمانِ موت
یہ عالم یہ بت خانہ چشم و گوش | جہاں زندگی ہے فقط خور دو نوش
مسافر یہ تیرا نشیمن نہیں | جہاں تجھ سے ہے تو جہاں سے نہیں
بڑھے جا یہ کوہ گراں توڑ کر | طلسم زمان و مکاں توڑکر
ہر ایک منتظر تیری یلغار کا | تیری شوخی فکر و کردار کا
یہ ہے مقصد گردش روزگار | کہ تیری خودی فکر و کردار کا

علامہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ جب انسان کی خودی بیدار ہوتی ہے تو وہ اپنی نگاہوں سے دیکھتا ہے اپنے ذہن سے سوچتا ہے ۔اس کے اندر ایک شوخی فکرو کردار ہوتی ہے ۔اس کی اپنی ایک روشنی ہوتی ہے اور اگر یہ نہیں ہے تو پھر پوری زندگی کاروبار لات ومنات بن جاتی ہے۔

تیری خودی سے ہے روشن ترا حریم و جود
حیات کیا ہے؟ اسی کا سرور و سوز و ثبات
حریم تیرا خودی غیر کی معاذ اللہ
دوبارہ زندہ نہ کر کاروبار لات و منات

اور

دیکھے تو زمانے کو اگر اپنی نظر سے | افلاک منور ہوں تیرے نور سحر سے
اغیار کے افکار وتخیل کی گدائی | کیا تجھ کو نہیں اپنی خودی تک بھی رسائی

اپنے آپ کو پہچاننا کہ میرا اللہ سے کیا تعلق ہے؟ کائنات سے کیا تعلق ہے؟ اور میرا محمد رسول اللہ ﷺ سے کیا تعلق ہے؟ علامہ کا خاص موضوع ہے۔علامہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ

سے پہچان اور اس سے راہ ورسم کا طریقہ ایک ہی راستے سے ملتا ہے اور وہ ہے محمد رسول اللہ کی ایک ایک ادا پہ مر مٹنے سے۔اس کے لیے وہ عشق اور کہیں اتباع کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دین سارے کا سارا محمد رسول اللہ کی اتباع کا نام ہے قرآن مجید تو اللہ کا پیغام ہے۔اس کی عملی تفسیر تو محمد رسول اللہ کی سنت ہے۔

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است

اور

وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغ وادیِ سینا
نگاہِ عشق ومستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسیں وہی طٰہٰ

اورفرماتے ہیں کہ اس دور میں ہمارا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ:

عصر ما ما را ز ما بیگانہ کرد
از جمال مصطفیٰ بیگانہ کرد

(اس دور کا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ اس نے ہمیں اپنے آپ سے بیگانہ کر دیا محمد مصطفیٰ ﷺ کے جمال سے ہمیں بیگانہ کر دیا)

ہمیں اپنی جڑ سے کاٹ کر علیحدہ کر دیا۔علامہ تین باتوں پہ زور دیتے ہیں: ایک بے یقین! وہ کہتے ہیں کہ یقین نہ ہو تو غلامی کا رستہ کوئی روک نہیں سکتا۔غلامی آجائے گی۔ دوسری بات ہے: فقر! اللہ کے سامنے محتاج بننا، اور غیر اللہ کی محتاجی کی بالکل نفی کر دینا۔اور تیسری چیز جو ان سب کا نتیجہ ہے، وہ ہے آزادی۔مردِ آزاد بننا۔

نوجوان کی تربیت میں اہلِ تصوف کا کردار

(حافظ محمد موسیٰ بھٹو)

ہماری جدید نسلیں اپنی تہذیب سے ہم آہنگ تربیت نہ ہونے کی وجہ سے بہت سارے مسائل و مشکلات کا شکار ہیں۔ان مسائل و مشکلات کو اس طرح پیش کیا جا سکتا ہے: (۱) طبیعت اور مزاج میں منفی اثرات کا غالب ہونا۔(۲) ذہنی دباؤ کا ہونا،

(۳) نفسیات میں بگاڑ کا پیدا ہونا (۴) بزرگوں کے آداب کا نہ ہونا اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر ان سے ترش روئی سے پیش آنا۔(۵) نرمی (جس میں خیر کے سارے اجزاء موجود ہیں) اس کے فقدان کا ہونا۔(۶) اپنی بات کو سلیقہ سے پیش کرنے کی صلاحیت سے محروم ہونا۔(۷) مادّی حسن پر فدائیت کا ہونا۔(۸) اپنا زیادہ سے زیادہ وقت موبائل میں فیس بک وغیرہ میں گزارنا۔(۹) دنیا کے حوالے سے بہت زیادہ حساس ہونا۔(۱۰) مزاج کے خلاف واقعات اور باتوں پر بے قابو ہوجانا۔(۱۱) دل کے خزانوں سے نا آشنا ہونا۔(۱۲) انسانی شخصیت میں روح کی فیصلہ کن اہمیت سے ناواقف ہونا، اس طرح روح کو اسکی اصل غذا دینے کی طرف متوجہ نہ ہونا۔(۱۳) پیٹ، جنس اور دنیا کی فکر کے علاوہ دوسرے افکار سے بے نیاز ہونا۔(۱۴) فطرت میں ودیعت شدہ پاکیزہ جذباتِ محبت سے نا آشنا ہونا۔(۱۵) مغرب کی مادّی ترقی سے مرعوب ہونا، جبکہ ان کی اچھی چیزوں کو اپنانے سے طبعی مناسبت کا نہ ہونا۔(۱۶) حقیقی علم (جو معرفتِ نفس اور معرفتِ ربّ سے تعلق رکھتا ہے) اس کے حوالے سے بات سننے کے مزاج کا نہ ہونا۔

(۱۷) حقیقی خوشی، مسرت اور حلاوت (جو دل اور روح سے تعلق رکھتی ہے) اس سے محروم ہونا۔
(۱۸) مادّیت اور مادّی زندگی کو مسلط کرنے کی وجہ سے بے قراری کے انگاروں پر لیٹتے رہنا۔
(۱۹) دوستی کو نبھانے کی صلاحیت سے قاصر ہونا۔ (۲۰) دوستی کے غلط ماحول کی وجہ سے اپنی شخصیت میں موجود خیر کی صلاحیتوں کو پامال کرنا وغیرہ وغیرہ۔

نوجوان نسل کا یہ بحران ایسا ہے، جو ہماری ملت کے مستقبل کو تاریک بنانے اور غلامی کے بدترین درد کا باعث بن سکتا ہے، ملت کے دردمند افراد کو اس مسئلہ پر غور و فکر کر کے اس کے اسباب کا تعین کرنا پڑے گا اور نوجوان نسل کو اس بحران سے نکالنے کے سلسلے میں اپنے حصہ کا بھرپور کردار ادا کرنا پڑے گا۔

ہمارے نزدیک نوجوان نسل کو درپیش اس بحران میں جو اسباب کارفرما ہیں، ان میں سے چند اسباب یہ ہیں:

(۱) نظامِ تعلیم میں اپنی تہذیب سے ہم آہنگ تربیت کے نظام کا بالکل نہ ہونا، دوسرے الفاظ میں بے مقصد نظامِ تعلیم کا ہونا۔

(۲) مادّیت کی ہمہ گیر مسموم فضاء کا ہونا، جو ہر وقت جنسی جذبات کو بھڑکانے اور مقصد سے عاری فکر کو فروغ دینے کا موجب ہے۔

(۳) عقل اور عقلیت کے غلبہ کی وجہ سے بزرگوں سے ادب و آداب و احترام کے خاتمہ کا ہونا۔

(۵) دل اور روح کو مطلوبہ غذاء دینے کے ادراک و شعور سے بے بہرہ ہونا۔

(٦) مادّیت پرستی میں استغراق کی وجہ سے فطرتِ سلیمہ کے اجزاء کا مجروح ہونا۔

(۷) اپنے تہذیبی تسلسل، اقدار اور اپنی تاریخ سے ناآشنا ہونا۔

(۸) مغربی تہذیب سے نہ صرف مرعوب ہونا، بلکہ اس تہذیب سے ذہنی اور وجدانی طور پر ہم آہنگی محسوس کرنا وغیرہ وغیرہ۔

درج ذیل چھوٹے چھوٹے مضامین میں کوشش کی گئی ہے کہ نوجوان نسل کو حکمت سے اپنے تربیتی وتہذیبی اقدار سے آشنا کیا جائے ، دل اور روح کی سلامتی کی اہمیت سے واقف کیا جائے ،اس کو صحیح سمت میں ذہن سازی کی سعی بھی کہا جاسکتا ہے۔

آج کے دور میں جبکہ دِل اور روح کے حوالے سے حقیقی محبت ومعرفت کے بارے میں لوگوں میں بات سننے پر آمادگی نہ ہونے کے برابر ہے،ایسے حالات میں ہماری یہ کوشش ذمہ داری کی ادائیگی کی حیثیت رکھتی ہے۔

نوجوان نسل کا خود اعتمادی کا فقدان:

موجودہ دور میں مادّیت کی عالمی لہر نے بالخصوص نوجوان نسل کے پاکیزہ خیالات و احساسات وجذبات کو زیر وزبر کردیا ہے،جنسی جذبات کا ایک طوفان ہے، جو تھمنے کا نام نہیں لے رہا ہے،خواہشات نے ضروریات کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع کردیا ہے،اس کے نتیجے کے طور پر جہاں معاشرے میں ٹکراؤ اور تصادم کی فضا پیدا ہوگئی ہے،گھروں میں ناچاقیاں بڑھ گئی ہیں، وہاں اضطراب ،گھبراہٹ و پریشانی ، ہیجان خیزی،جذبات میں اشتعال، مایوسی، زندگی سے بیزاری اور ایک دوسرے سے نفرت جیسے بہت سارے مسائل بھی پیدا ہوگئے ہیں۔اس طرح ہماری زندگی میں تیزی سے زہر سرایت کرتا جارہا ہے۔

یہ سارا بحران اس لئے پیدا ہوا ہے کہ مادّیت اور روحانیت کے درمیان توازن کا دامن تھامنے میں ہمیں ناکامی حاصل ہوئی ہے ۔ہمیں نوجوان نسل سے محبت ہے، اُن کے مسائل اور پریشانیاں ہماری اپنی پریشانیاں ہیں، ہمارا تجزیہ یہ ہے کہ بعض روحانی نوعیت کی مشقیں ایسی ہیں، جن کو اختیار کرنے سے ہم سارے بحرانوں سے نجات حاصل کرسکتے ہیں ، اسکے لئے آپ کو تھوڑا سا وقت دینا پڑے گا۔

زندگی کا رُخ متعین کرنے میں عشق و محبت کا کردار:

محبت اور عشق ایسی چیز ہے، جس سے زندگی کا رُخ، اس کا مقصد اور اہداف متعین ہوتے ہیں، محبت اور عشق صلاحیتوں، توانائیوں اور وقت کے استعمال کے سلیقہ سے آشنا کرتی ہے فرد کو اپنی بیوی، بچوں سے محبت ہوتی ہے، اس لئے وہ ان کیلئے آٹھ دس گھنٹے کا وقت نکالنے سے بھی نہیں ہچکچاتا، عشق و محبت کی خاصیت ہی یہ ہے کہ وہ وقت، ذہنی اور جسمانی توانائیوں کو نچوڑنے کا ذریعہ بنتا ہے، لیکن انسان اپنی تخلیق کے اعتبار سے اس بات پر مجبور ہے کہ وہ مادّی نوعیت کی جائز محبت کے ساتھ ساتھ پاکیزہ نوعیت کی محبت کے جذبات کی تسکین کا بھی انتظام کرے، جب ان دونوں محبتوں کے درمیان توازن قائم ہوگا تو فرد کے سارے جذبات حسن کی تشفی و تسلی کی صورت پیدا ہوگی۔

انسان جسم کے ساتھ ساتھ روح اور روحانیت سے بھی عبارت ہے، روح اپنے خالق حقیقی سے محبت کے والہانہ رشتہ سے جڑی ہوئی ہے، روح کو محبوبِ حقیقی سے والہانہ محبت کے اجزاء سے بہراور کئے بغیر ہمارے محبت کے پاکیزہ جذبات کی تشفی ہرگز نہیں ہوسکتی۔

روحانیت کیا ہے!

روح جوہری چیز ہے، اس کا مادّہ سے کوئی تعلق نہیں ہے، روح ہر وقت اپنی خالق ہستی کے بارے میں بے چین رہتی ہے، روح اپنی یہ بے چینی ذہن، نفسیات، اعصاب اور دل کی طرف منتقل کر دیتی ہے، جس سے بہت ساری بیماریاں پیدا ہوتی ہیں، جس طرح جسم کو صحت مند رکھنے کیلئے مناسب خوراک کی ضرورت ہوتی ہے، اسی طرح بلکہ اس سے زیادہ روح کو خوراک کی ضروت ہوتی ہے، روح کی یہ خوراک انوارِ حسن کے اجزاء سے بہرہ وری کی خوراک ہے، جس سے روح کے جذباتِ حسن کی تسکین ہوتی رہتی ہے، دوسری صورت میں روح بیمار ہو کر فرد کو موت کے سے حالات سے دوچار کر دیتی ہے۔

جدید انسان کی بے شمار نفسیاتی، ذہنی اور وجدانی نوعیت کی بیماریوں کا بنیادی سبب ہی یہ ہے کہ روح کو اس کی مطلوبہ غذاء دینے کی ضرورت کا احساس باقی نہ رہا ہے۔

سچی روحانیت کا عملیات، وظائف، کشف کرامات اور جعلی اہل تصوف کی رسومات سے کوئی تعلق نہیں ہے، سچی روحانیت یہ ہے کہ فرد کا اپنے حقیقی خالق سے تعلق قائم اور مستحکم ہو جائے، اس مقصد کیلئے بزرگوں کے ہاں کچھ روحانی نوعیت کی مشقوں کا اہتمام رہا ہے، جس سے روح پر طمانیت کی حالت طاری ہوتی ہے اور روح اپنے احساس طمانیت کے کچھ اجزاء دل، دماغ، نفسیات اور اعصاب کی طرف بھی منتقل کرتی ہے، جس سے انسانی شخصیت میں ٹھہراؤ، توازن اور اعتدال پیدا ہوتا ہے اور وہ سارے انسانی اوصاف پیدا ہونے لگتے ہیں، جو انسانیت کا خاصہ ہیں۔

نوجوانوں کا مادّہ پرست قوتوں کے زیر اثر ہونا:

آج ہماری نوجوان نسل نہ چاہتے ہوئے بھی مادّہ پرست قوتوں کے اثرات کی زد میں ہے اور مادّے کی بے رحم طاقتیں ان کی زندگیوں کو زیر وزبر کر رہی ہیں، مادّی زندگی کو مقصود بنانے کے جو نتائج ظاہر ہو رہے ہیں وہ یہ ہیں: (۱) دنیا کی محبت اور حرص کی نہ ختم ہونے والی دوڑ کا شروع ہونا (۲) اشتعال اور جھنجھلاہٹ میں اضافہ کا ہونا (۳) زندگی سے مایوسی و بے زاری کا ہونا (۴) پاکیزہ صفات اور نیک اعمال سے کراہت و بے زاری کا ہونا (۵) ذہن اور دل میں جنسی خیالات وجذبات کی ہیجان خیزی کا پیدا ہونا۔ (٦) مادّہ پرست اور خواہشات کے اسیر دوستوں کی صحبت کا ہونا۔ (۷) نشہ آور چیزوں کا سہارا لینے کی کاوشوں کا ہونا۔ (۸) اخلاقیات سے عاری زندگی کا ہونا، ادب و آداب اور پاکیزہ اقدار سے دوری وغیرہ۔ یہ کتنے بڑے نقصانات ہیں، جو مادّی زندگی کو مقصود بنانے کا لازمی نتیجہ ہیں، اس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ ہمارے لئے دنیا کی یہ زندگی بھی تلخیوں اور دکھوں کا نمونہ ہے اور آخرت کی زندگی بھی۔

اس طرح کی صورت حال میں مایوس ہونے کی قطعاً ضرورت نہیں ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اس بحران سے نکلنے کیلئے اپنے اندر حقیقی طلب اور اُمنگ پیدا کریں اور مادّیت اور مادّہ پرستانہ ماحول اور نفس پرستی کی قوتوں سے چھٹکارہ حاصل کرنے کیلئے سب سے پہلے اپنے فکرونظر کو تبدیل کریں اور اسے درست کریں، اس کے بعد روحانیت کی وہ مشقیں شروع کریں، جو نفسی اور مادّی قوتوں پر رحمانی وملکوتی قوتوں کو غالب کرنے کا ذریعہ ہیں۔

دِل اور روح کی صلاحیتوں کی بیداری کے ثمرات:

روحانی مشقیں جس سے شخصیت میں ٹھہراؤ اور پاکیزگی پیدا ہوتی ہے، یہ مشقیں ایسی ہیں جو روح کی ناگزیر ضرورت ہیں، روح اس کے بغیر مطمئن نہیں ہوسکتی اور روح کی طمانیت کے بغیر انسانی شخصیت مادّیت کی بے رحم طاقتوں کی نذر ہو جاتی ہے، مادّیت کی یہ بے رحم طاقتیں اسے نئی نئی اذیتوں، دکھوں، غموں اور ناپاکیزہ احساسات سے دوچار کرتی رہتی ہیں۔

روح نے عالم اَمر میں اپنے محبوب حقیقی کا مشاہدہ کیا ہے، دنیا میں مادّی نفس کی موجودگی میں اب وہ اسی طرح کے لازوال حسن کا مشاہدہ چاہتی ہے، ظاہر ہے مادّی نوعیت کے نفس میں مقید ہونے کی وجہ سے اس زندگی میں اسے اس طرح کا مشاہدہ نہیں ہوسکتا، البتہ روح اور دِل جو جوہری چیزیں ہیں، ان کی صلاحیتوں کی بیداری کے ذریعہ محبوب کے انوار حسن کی شعاؤں سے فیض یاب ہوا جاسکتا ہے، محبوب کے یہ انوار حسن ایسی چیز ہے، جس سے سارے ناپاکیزہ احساسات میں پاکیزگی پیدا ہوجاتی ہے، اور شخصیت ٹھہراؤ اور وقار کا نمونہ بن جاتی ہے، اس طرح فرد مادّیت کے پیدا کردہ سارے اثرات بد اور فاسد جذبات سے محفوظ ہوکر، معاشرے کیلئے باعث خیر بن جاتا ہے۔

کامیاب زندگی کیلئے تین چیزوں کی ضرورت:

دنیاوی زندگی کو کامیاب، خوشگوار اور پاکیزہ بنانے کیلئے بالخصوص تین چیزوں کی

ضرورت ہے، ایک مادّیت اور نفسی قوتوں کی پیدا کردہ ظلمات یعنی تاریکی کے مقابلہ میں انوارِ الٰہی سے فیض یابی، دوم مادّی حسن پر فریفتگی کے بجائے معنوی اور حقیقی حسن کے اجزاء سے بہرہ وری سوم بے ہمتی اور بے حوصلگی کی قوتوں کا مقابلہ کر کے ہمت و حوصلہ اور توانائی کا حصول۔

یہ تینوں چیزیں ایسی ہیں، جو روحانی نوعیت کی بعض مشقوں سے پیدا ہو سکتی ہیں اور شخصیت کا احاطہ کر سکتی ہیں، ان روحانی مشقوں کا تعلق اللہ کے ذاتی اور صفاتی ناموں کے تکرار سے ہے، جس سے انسانی شخصیت انوار سے سرشار ہو جاتی ہے، معنوی حسن سے بھرپور ہو جاتی ہے، ہمت و حوصلہ اور توانائی کے اعتبار سے کئی گنا زیادہ توانائی کی حامل ہو جاتی ہے، جب یہ تینوں نعمتیں حاصل ہونا شروع ہو جاتی ہیں تو مادّی اور نفسی قوتوں کو فرار ہونے پر مجبور ہونا پڑتا ہے اور ان کے اثرات سے بھی چھٹکارہ پانے میں کامیابی حاصل ہوتی ہے، روحانی مشقوں کا یہ سفر مشکل ضرور ہے، لیکن نفس کے دیو کو مفتوح اور فرد کو مہذب بنانے کا بھی مؤثر طریقہ یہی روحانی مشقیں ہیں۔ اللہ کے ذاتی اور صفاتی ناموں کے تکرار سے بندہ اس مقام تک پہنچ جاتا ہے، جس کا ذکر ایک حدیث قدسی میں فرمایا گیا کہ میں بندہ کا ہاتھ بن جاتا ہوں، جس سے وہ کام کرتا ہے، میں اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ قرآن میں فرمایا گیا ہے:

فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ (تم مجھے یاد کرو تو میں تمہیں یاد کروں گا)

کامیابی اور تنظیم وقت

(محمد بشیر جمعہ)

وقت کیا ہے!

وقت بڑی تیزی کے ساتھ گزر جاتا ہے،وقت ایک تند و تیز ہوا کی مانند ہے جو بادل کی طرح تیزی سے گزر جاتا ہے،کبھی یہ خوشی کے ساتھ گزرتا ہے تو کبھی یہ غم کے ساتھ۔

وقت ایک ایسی چیز ہے جسے نہ ہم دیکھ سکتے ہیں اور نہ ہی چھو سکتے ہیں۔اسے نہ ہم خرید سکتے ہیں،اور نہ ہی فروخت کر سکتے ہیں۔وقت کا کوئی نعم البدل بھی نہیں ہے۔وقت کبھی لوٹ کر نہیں آتا۔وقت ایسی کوئی مادی چیز بھی نہیں ہے جسے ہم بعد میں استعمال کرنے کیلئے ڈیپ فریزر میں رکھ کر بعد میں گرم کر کے استعمال کر سکیں۔اسے اگر استعمال نہ کیا گیا تو یہ بغیر کسی حرکت اور عمل کے ضائع ہو جائے گا۔وقت کی رسد غیر لچک دار ہے،اور یہ رسد طلب کے مطابق نہیں مل سکتی۔

وقت کو بچا بچا کر بھی استعمال نہیں کر سکتے بلکہ آپ میں یہ صلاحیت ہونی چاہیے کہ جو وقت آپ کو میسر ہو،اسے بہترین طریقے سے استعمال کر سکیں۔

☆......وقت کی کوئی قیمت بھی نہیں ہے،البتہ اس وقت میں فراہم کی جانے والی خدمات کا معاوضہ دیا جاتا ہے۔

انسان کو ہمیشہ اس بات کی شکایت رہتی ہے کہ وقت فرصت ہے کہاں! کام ابھی باقی ہے۔

تنظیم وقت ایک ایسی صلاحیت کا نام ہے،جس کی بنیاد آپ کی اپنی ذات ہے۔ جب تک آپ اپنی ذات کی بہتری اور اصلاح نہیں کر لیتے اس وقت تک آپ اپنے مہیا وقت کو

بہتر طریقے سے استعمال نہیں کر سکتے۔لہٰذا اپنی ذات کی تنظیم، بہتری، ترقی اور اخلاق اور کردار میں بہتری کی کوشش آپ کی تنظیم وقت کی صلاحیت کو نکھار دے گی۔

تنظیم وقت کے حوالے سے اپنی تربیت، تزکیہ، ترقی، اپنی ذات کی ترتیب اور اپنی کارکردگی کو بڑھانے کیلئے ان نکات پر غور کیجئے:

پہلے جائزہ لیں اور اپنے آپ کو پہچانیں:

اپنے آپ کا تنہائی میں بیٹھ کر جائزہ لیں، اپنے خالق سے رابطہ قائم کریں اور سوچیں کہ اس نے مٹی کے اس پتلے میں روح کے ساتھ ساتھ کتنی نعمتیں اور صلاحتیں پیدا کی ہیں اور پیدائش کے روز ہی کتنے رشتے پیدا کئے۔مالک کی دی ہوئی نعمتیں شمار نہیں ہو سکتیں البتہ اپنے تصور میں لانے کی کوشش کی جا سکتی ہے۔

تنہائی میں اس بات کا احساس کیجئے اور ممکنہ حد تک اسے تحریر کرنے کی کوشش کیجئے کہ آپ کیا تھے، کیا ہیں اور مالک کی نعمتوں کا یہی سلسلہ رہا تو کیا کچھ ہو سکتا ہے۔

اپنے مثبت اور منفی معاملات کو دیکھیں:

آپ یقیناً اس دنیا کے کروڑوں افراد سے بہتر ہیں اور کروڑوں افراد آپ سے بہتر ہیں۔آپ بے شمار صلاحیتوں کے حامل ہیں اور آپ میں کئی ایسی خامیاں ہیں جو محض کوشش سے دُور ہو سکتی ہیں۔اس بات کا احساس کریں کہ وقت آپ کیلئے بہت بڑی نعمت اور دولت ہے۔ اس بات کا جائزہ لیں کہ آپ کا وقت آپ کیلئے مفید کاموں میں استعمال ہوتا ہے۔اس بات کی منصوبہ بندی کیجئے کہ آپ کا وقت کہاں اور کیسے اور کیوں ضائع ہوتا ہے۔وہ کون سے مصارف وقت ہیں جو کہ ضائع ہونے کے زمرہ میں آتے ہیں۔

تنظیم وقت ایک فن ہے اسے سیکھنے کی کوشش کریں، یہ فن چین میں اُگائے جانے والے بانسوں کی طرح کا ہے کہ ابتدائی چند سالوں میں وہ صرف چند فٹ ہی افزائش دیتا ہے اور

اس کے بعد کے سالوں میں وہ اسی فٹ کی بلندی تک پہنچ جاتا ہے۔ تنظیم وقت کی صلاحیت کی تربیت شروع کے دنوں میں مشکل ہوتی ہے مگر مسلسل مشق کے نتیجے میں آپ بڑی بلندی پر پہنچ سکتے ہیں۔ اس صلاحیت کے ذریعے آپ کی کارکردگی بڑھ جاتی ہے اور آپ کی شخصیت میں تاثیر، آپ کے معاملات میں توازن، آپ کی زندگی میں اعتدال اور آپ کی محنت نتیجہ خیز ہوجاتی ہے۔

اپنی عادات کا جائزہ لیں! وہ عمل جو آپ بار بار کرتے ہیں اور ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ آپ وہ عمل بغیر سوچے سمجھے کرنے لگتے ہیں کیونکہ وہ آپ کی عادت بن چکا ہوتا ہے۔ یہ عادات عملاً آپ کیلئے اصول بن جاتی ہیں۔ اپنی عادات کو مزید بہتر اور کارآمد بنانے کی کوشش کریں۔ اپنی بری عادتوں کو کم کرنے اور ختم کرنے کی منصوبہ بندی کریں اور پھر اس پر باقاعدگی سے عمل کریں تاکہ وہ مقررہ مدت میں ختم ہوجائیں۔ جس طرح بیماریوں کا علاج کیا جاتا ہے اسی انداز سے ترقی میں رکاوٹ ڈالنے والی عادتوں کا بھی علاج کریں۔

تنظیم وقت کے فوائد: ہم اپنے وقت اور قوت کو بہتر استعمال کرسکتے ہیں۔

اگر ہم تنظیم وقت کے عادی ہو گئے تو بہت سارے کام اس عادت کے باعث کم وقت میں ہوجائیں گے اور ہمیں یہ محسوس ہوگا کہ ہمارے پاس اضافی وقت میسر ہوگیا ہے۔

اپنی کارکردگی اور استعداد بڑھا سکتے ہیں اور آپ کی شخصیت منظم، مؤثر اور مستعد ہوجاتی ہے۔

جمہور

(حکیم محمد سعیدؒ)

جمہور سے محبت کی بات آتی ہے تو عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق بالخصوص اپنے ملک کے حالات کی افتاد و رفتار کے پیش نظر ذہن میں فوراً ایک سیاسی نظریے کی تصویر اُبھرتی ہے۔ بلاشبہ عوام یعنی جمہور سے محبت کا اہم عنوان ان کی سیاسی پہچان' امورِ انتظامی سے ان کا بنیادی تعلق اور کاروبار سلطنت میں ان کی باشعور' موثر اور فیصلہ کن شرکت ہے، جس کی نفی ممکن نہیں۔ اس حقیقت کا صحیح تر اظہار یہ ہوگا کہ جمہور سے محبت کے اس پہلو سے پہلو تہی' غفلت اور اعراض کرنے پر معاشرہ بحیثیت مجموعی اور اس کے افراد اپنی اپنی جگہ سنگین ترین نتائج کی لپیٹ سے نہیں بچ سکتے۔ یہ کوئی انوکھا انکشاف نہیں بلکہ ہماری روزمرہ زندگی اور ہماری آنکھوں دیکھی تاریخ کا جزوِ اعظم بھی ہے اور جزوِ لازم بھی۔ آپ معاملات سے عہدہ برآ ہونے کا کوئی سا بھی نقشہ تیار کیجیے' اس میں سیاسی نقوش کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ سرمایہ داری' اشتراکیت' اسلام، ان میں کوئی ایک نظام بھی ایسا نہیں جو عوام کی سیاسی اہمیت کو پس پشت ڈالتا ہو۔ البتہ یہ بات اور ہے کہ ان تینوں میں اس اہمیت کو مختلف نہج سے مختلف محرکات کے تحت مختلف درجہ و مقام دیا گیا ہے۔ جمہوریت سے محبت کے سیاسی پہلو میں اس فرق و اختلاف کی وجہ سے یہ نتیجہ بھی دن کی روشنی کی طرح ظاہر ہو جاتا ہے کہ ان تینوں میں سے کسے مفاد پرست ڈپلومیسی کی وجہ سے جمہور سے محبت ہے اور کسے جمہور کی محبت ایمان کے سرچشمۂ نور سے پھوٹ کر سرشار کرتی ہے۔

یہ آخری بات ہمیں صرف اسلام میں ملتی ہے جہاں بین الاقوامی اور بین الانسانی' تمام امور میں ایک ہی فیضان فکر و نظر کارفرما ہے اور وہ فیضان ہے توحید الٰہی کا! جس سے محبت کی ساری

سچائیاں اور تمام عظمتیں بروئے کار آئی ہیں۔زبان وقلم پر اس احساس سے لرزہ طاری ہوتا ہے کہ عہد حاضر میں اسی فیضان سے وابستگی حوادث کے ہاتھوں ایمان اور عمل کے درمیان ایک مہیب فاصلے کا شکار ہو کر رہ گئی ہے۔اس المیے کا یہ سلسلہ جو زبانی جمع خرچ کو اصل مدعا رنگ دیتا ہے، ختم ہوتا نظر نہیں آ رہا ہے۔اس صورت حال کی قہرمانی سے جمہور سے محبت کا صرف سیاسی پہلو ہی مفلوج نہیں ہوا ہے' بلکہ اس کے تمام پہلوؤں کو شدید نقصان پہنچا ہے۔اقتصادی پہلو کو دیکھیے' عوام سے محبت کی یہ کون سی قسم ہے جس میں معاشی ناہمواریاں اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی ہیں؟ تعلیم' صحت' لازمی سہولتوں کی فراہمی' عدل وانصاف' بنیادی حقوق کی فراہمی' انسانی توقیر وشرف کا شعور واعتراف' روٹی اور مکان' سکون ووقار سے ہم کنار زندگی' غرض کون سی ایسی آسودگی ہے جو جمہور سے محبت کے تقاضوں کے تحت جمہور کو دستیاب ہوتی ہے۔دولت کا دیو استبداد بے لگام دندناتا اور اسلام اور انسانیت کی اقدار کو پاؤں تلے روندتا پھرتا ہے۔بدترین سرمایہ داری کا دور، دورہ ہے اور ہوس زر نے ان گنت خرابیوں کے جہنم کا دروازہ کھول رکھا ہے۔پھر اس پاک سرزمین پر یہ بھی ہوا ہے کہ استحصال کی مخالفت کے نام پر عوام کا اعتماد حاصل کر کے سالوں تک ملک گیر استحصال کیا گیا:

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے!

لیکن نہ کہے بھی بات نہیں بنتی۔سیاسی اور اقتصادی پہلوؤں سے جمہور سے محبت میں ناکامیوں پر رک جانے کے بجائے آگے بڑھ کر ذرا یہ بھی دیکھ لیجیے کہ اخلاقی اور دینی اعتبار سے جمہور کو کتنی محبت ملی ہے۔ریل گاڑیوں میں' بسوں میں' بازاروں میں' عدالتوں میں' درس گاہوں میں' حتیٰ کہ عبادت گاہوں میں بھی قدم قدم پر انسانیت کی تذلیل عام ہے۔قانون شکنی کو قانون سمجھا جاتا ہے۔لوٹ مار' قتل وغارت اور منشیات کی بھرمار ہے۔طلب زر میں مگن اور فرقہ واریت کی زہرناک حلقہ بندیوں کا درس دینے والے لیڈر جمہور کو درس واخلاق دینے کی محبت کا مظاہرہ کس طرح کر سکتے ہیں؟ ہمارے ذرائع ابلاغ کی نہ یہ روایت ہے اور نہ انہیں اس کی فرصت ہے

کہ جمہور سے محبت کو سرگرم مہم اور استقامت میں ڈھال کر اس کے دل و دماغ میں اخلاق کی بلندی اور کردار کی دل سوزی کے چراغ کو روشن کریں۔ ہمارے ٹیلی ویژن کی روایت تو یہ ہے کہ ایک طرف سگریٹ نوشی کو خودکشی کے مترادف دکھانے کا ایک طنز پیش کرتا ہے اور دوسری طرف بین الاقوامی میچوں کو ٹیلی کاسٹ کرنے کے دوران وقفے وقفے سے سگریٹ نوشی کے دلکش اشتہاروں کے ذریعے سے ترغیب فراہم کرتا ہے۔ وہ یہ کیوں دکھائے کہ ریل گاڑیوں اور بسوں میں سگریٹ پینے والوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کس طرح اپنی خودکشی اور اپنے ہم سفر نہ پینے والوں کے قتل کا ارتکاب کرتی ہے؟'' ہمارے اصحاب منبر روزمرہ کی ان ہزار قباحتوں سے نجات کی طرف کس وقت دھیان دیں' کیوں کہ ان کے جوش ایمان اور فصاحت بیان کا سارا زور تو نذروں' نیازوں' کونڈوں یا زیادہ سے زیادہ خاص خاص شرعی مواقع کی شوکت ثواب پر خرچ ہو جاتا ہے۔

جمہور سے محبت کا تقاضا عالم گیر' ہمہ جہتی اور بے تکان شعور و اضطراب کا طالب ہے۔ اسلام اپنے نظام جہاں میں جمہوریت سے محبت کو جو مقام دیتا ہے' وہ **امر بالمعروف و نھی عن المنکر** غور کیجیے کہ حقیقت کا جو تصور اس نے پیش کیا ہے وہ کس قدر رسادہ' آسان فہم اور انقلاب آفریں ہے۔ اس نے توحید و ایمان کے تحت کائنات' حیات اور انسان کو ایک اکائی کی شکل میں منکشف کیا ہے۔ یہ کوئی مشکل فلسفہ نہیں اور نہ اس میں پیچ و خم ہیں جو ہمہ اوست کی بھول بھلیوں میں پائے جاتے ہیں۔ سیدھی سادی بات ہے کہ اللہ کو ایمان و عمل میں ایک مانو اور پوری زندگی کو اس کی اور اس کے آخری رسولؐ کی اطاعت میں بغیر کسی بہانہ تراشی کے دے دو۔ انسان سے محبت کی جو راہیں اس طرح متعین ہوتی ہیں اور جمہور کی محبت کے جو جذبات قالب میں ڈھلتے ہیں اُن کی کیفیت کی شان اسلام کے عہد زریں کی تاریخ میں ورق ورق پر چمکتی ہے۔

آیئے! جمہور عوام کے ساتھ اسی شان محبت کی جستجو کا عہد کریں۔

دعا

(عبدالرشید ساہی)　بشکریہ صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی

دعا بظاہر ایک دینی اصطلاح ہے اور اہل دنیا اس کو نیکوں ، غازیوں ،صوفیوں اور مولویوں کا وظیفہ قرار دیتے ہیں یا زیادہ سے زیادہ غریب محتاج ،سائل اور کمزور لوگوں کا نفسیاتی سہارا ۔ یہ بلا شبہ پاکبازوں اور صوفیوں کا وظیفہ ہے اور محتاج اور بے سہارا لوگوں کی روحانی ڈھارس ۔لیکن بات یہاں آ کرختم نہیں ہوجاتی بلکہ دعا وہ وظیفہ ہے جو بندے کو احساس بندگی دلاتا ہے اور رحمت حق کو مہمیز دیتا ہے ۔دعا وہ نقطہ اتصال ہے جو بندے کی تمنا اور اللہ کی عطا کو ایک جگہ جمع کر دیتا ہے دعا وہ حالت ہے جب بندہ اللہ سے سرگوشی کرتا ہےتو اس کی رحمت بڑی دیر تک کان لگائے رہتی ہے ۔بندہ جو باتیں کسی انسان سے نہیں کہہ پاتا وہ بے تکلف اپنے مالک ومولا سے بیان کر دیتا ہے بعض اوقات کوئی ضرورت مند ،کوئی محتاج ،کوئی کارگر حیات میں بچھڑ جانے والا ،کوئی غریب ،کوئی مسکین اور کوئی سفید پوش اپنے جیسے یا اپنے سے بڑھ کر کسی دولت منداور کسی خوشحال شخص سے اپنی ضرورت بیان بھی کر دے تو دونوں صورتوں میں اس کی عزت نفس مجروح ہوتی ہے خواہ اس کو ٹال دیا جائے یا اسے کچھ عطا کر دیا جائے لیکن بارگاہ ایزدی سے نہ تو کبھی ڈانٹ پڑتی ہے اور نہ کسی کو جھڑک دیا جاتا ہے بلکہ اس کا مان بڑھایا جاتا ہے اگر بندہ اپنے رب پر مان نہ کرے تو کس پر کرے اس کی حجت دربار خداوندی سے پوری نہ ہوگی تو اور کہاں سے ہوگی

اور جتنے بھی سہارے ہیں سبک کرتے ہیں　　عزت نفس بڑھاتا ہے سہارا تیرا

ذات باری تعالی بندے کو عطا بھی کرتی ہے اور بندے پر خوش بھی ہوتی ہے کہ اس نے آخر مجھے ہی ضرورت میں پکارا ،اس نے مجھے ہی یاد کیا اس نے مجھ ہی سے مانگا ۔

آتا ہے فقیروں پہ اسے پیار کچھ ایسا　　خود بھیک دے اور خود کہے منگتے کا بھلا ہو

اس مفہوم کی حدیث مبارکہ بھی ہے "اللہ اس بندے سے ناراض ہوتا ہے جو اس سے نہ مانگے"۔ یعنی لوگ مانگنے پر منہ بناتے اور اکتاتے ہیں جبکہ خدا مانگنے پر خوش ہوتا ہے۔ دستِ سوال دراز کرنے پر مسرور اور دعا کرنے پر راضی ہوتا ہے جب کوئی اللہ سے سوال کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے فرشتو! میرے بندے کو خبر کر دو کہ جو اس نے مانگا وہ دے بھی دیا ہے اور جو بھولے سے مانگ نہیں پایا وہ بھی عطا کر دیا گیا ہے دنیا میں رہتے ہوئے کسی انسان کا انسان سے سوال کرنا یا کچھ مانگنا کس قدر اذیت ناک اور تکلیف دہ ہوتا ہے خدا کسی کو کسی کا محتاج نہ کرے لیکن وہی محتاج انسان جب خدمت الٰہی میں حاضر ہوتا ہے، کھل کر روتا ہے مگر شرمندہ نہیں ہوتا الٹا دل کا غبار دھل جاتا ہے، گڑگڑاتا ہے، بندہ دھاڑیں مار کر روتا ہے مگر مہربان رب اس کا داغ ندامت ہمیشہ کیلئے دھو دیتا ہے وہ جس قدر بے بسی سے ہاتھ پھیلاتا ہے رؤف و کریم آقا بڑی تیزی سے اس کے قریب آ جاتا ہے۔

کیسے مزے کے دن تھے کہ راتوں کو صبح تک
میں تھا، تیری جناب تھی، دستِ سوال تھا

بعض اوقات اللہ تعالیٰ بندے کا ذوق طلب بڑھانے اور آتش شوق بھڑکانے کے لئے دعا کی قبولیت میں تاخیر کر دیتے ہیں، یہ بندے کے لئے تعزیر نہیں اس کی دعا کو اکسیر بنانے کیلئے ہوتی ہے فرمان رسول خدا ﷺ کے مطابق تین بار تو اللہ تعالیٰ اپنا رخ رحمت ادھر اُدھر کرتا ہے چوتھی بار اس کا کرم چھلک پڑتا ہے اور بندے کی کشت زار، آرزو کو سیراب کر دیتا ہے۔ دینے والا منہ دیکھ کر نہیں دیتا صرف اپنی شان کرم دیکھتا ہے اس لئے تو حضرت علیؓ اپنی دعا میں کہتے ہیں ۔الٰہی تو میرے ساتھ وہ معاملہ فرما جو تیرے شایان شان ہے وہ نہ کر جس کا میں حقدار ہوں۔

مانگنے کی یہ ادا ہو تو دعا اشارہ ابرو سے آگے نہیں بڑھ پاتی اس سے پہلے ہی قبول ہو جاتی ہے

رب کے حضور حاجات کا پیش کرنا دعا مانگنا کمیت نہیں ایک کیفیت ہے۔ مانگنے کیلئے ضروری نہیں کہ کوئی عالم ہو، فاضل ہو، عربی دان ہو بلکہ ایک گونگا بھی اپنے انداز میں رب کریم کی

توجہ اپنی جانب مبذول کراسکتا ہے۔ ہکلانے والا شخص بھی اپنا دکھ کھول کر رکھ سکتا ہے۔ رب کی رحمت محض رازیؒ وغزالیؒ کے لئے نہیں نہ اس پر جنیدؒ اور بایزیدؒ کا اجارہ ہے یہ لوگ ہزار مقبول بارگاہ الٰہی سہی۔ اگر خدا صرف ان ہی کی سنتا رہا تو ہم جیسے عاصی اور دامی کس در پہ جائیں گے ایسی کیفیت بندے کے لئے مطلوب ہے کہ وہ اللہ کی رحمت کو اپنی عاجزی، مسکینی، بے بسی، حاجت طلبی، اشک ریزی اور خود سپردگی کے باعث ایسے موڑ پہ لے آئے تو پھر رحمت خداوندی چھلک پڑتی ہے بندہ پہلے اظہار بندگی تو کرے پھر شان خداوندی کا نظارہ کرے بندہ جب اپنے ہاتھوں کو مجسم سوال بنالیتا ہے اور دامن کو کشکول میں بدل دیتا ہے تو پھر ایک آہ سرد اور ایک قطرہ اشک گرم اس کے سب سے بڑے سفارشی اور قبولیت کے ضامن بن جاتے ہیں دعا لفظوں کے تکرار کا نہیں بندگی کے اظہار کا نام ہے جب انسان یہ کہنے پہ آجائے تو پھر خدا عرش اعلیٰ سے اتر کر آسمان دنیا پر آجاتا ہے اور اپنے بندے کی دعا سنتا ہے دعا کے لئے حضرت علیؓ کے یہ الفاظ کس قدر وجد انگیز، ذوق آفریں اور روح پرور ہیں۔

"اے اللہ اس شخص کو بخش دے جس کے پاس دعا کے علاوہ کوئی سرمایہ نہیں"۔ اللہ کی منشاء یہ ہے کہ میرے بندے تو میرے لئے سب رشتے توڑ کر آ، ساری دنیا تیرے ساتھ نہ جوڑ دوں تو پھر کہنا، تو خواہشوں کے آنگن میں جھاڑو پھیر کے آ، میں اس میں بے نیازی کا چاند نہ اتار دوں تو پھر کہنا، تو ایک بار پلکیں بھگو کے آ، تیرے سارے دھونے نہ دھو دوں تو پھر کہنا، تو رشتہ و پیوند کو بھول کے آ، میں تجھے کونین میں ارجمند نہ کروں تو پھر کہنا، اور تو ایک بار صرف میرا بن کے آ، راحت و عظمت دارین تیرے نام نہ کروں تو پھر کہنا۔

تشنہ لب چڑیا کے منہ میں گر نمی آجائے گی
تیرے دریائے کرم میں کیا کمی آجائے گی

قانون قدرت ربانی ہے "بندوں کے لئے جو ضروری ہے وہی دیا جائے گا"۔

جس نے یہ حکمت ربانی پالی گویا اس نے جیتے جی اپنی زندگی جنت بنالی قرآن کریم

میں ارشادِ ربانی ہے " کئی چیزیں تمہیں بے حد مرغوب ہیں مگر دراصل تمہارے لئے موزوں نہیں اور کئی باتیں جنہیں تم اپنے لئے مکروہ جانتے ہو فی الحقیقت تمہارے حق میں بہتر ہیں "۔ یہ فلسفہ انسان کو وہ شان عطا کر دیتا ہے۔

شان آنکھوں میں نہ جچتی تھی جہاں داروں کی والی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے ورنہ خدا دینے پر آئے تو اس نے بندوں کو کیا نہیں دیا اور کیا نہیں دے سکتا۔ فرعون کو چار سو سال عمر بھی دی اور بادشاہت بھی۔ قارون کو دولت بھی دی اور رعونت بھی۔ سکندر کے قدموں میں تین چوتھائی دنیا ڈال دی، قیصر کو روم جیسی سلطنت بخش دی اور کسریٰ کو تاج ایران عطا کر دیا یہ باتیں ان کے حق میں گئیں۔ ان کے مقابلے میں انبیاء دکھوں اور غموں میں گھرے رہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کو عمر بھر قوم کی مزاحمت کا سامنا رہا۔ حضرت لوط علیہ السلام اپنی بیوی کے ہاتھوں تنگ رہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی سر بازار بولی لگی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام ہجر یوسف میں آنکھوں کا نور کھو بیٹھے، حضرت زکریا علیہ السلام آرے کی زد میں آ گئے۔ ساری کائنات میں اللہ کے سب سے پیارے انسان، رحمت عالم محمد رسول اللہ ﷺ طائف اور صحن کعبہ میں لہو لہان ہوئے، ہجرت مدینہ کے وقت تین سو میل سنگلاخ پہاڑوں کا سفر کیا، تین سال شعیب ابی طالب میں محصور رہے، نواسہ رسول ﷺ حضرت حسینؓ کو میدان کربلا میں بمعہ اہل و عیال کلمہ حق کہنے کی بناء پر شہید کر دیا گیا کیا یہ لوگ گھاٹے میں رہے نہیں نہیں یہ لوگ دراصل رازِ الٰہی پانے والے لوگ ہیں تبھی تو اپنی مراد پا گئے دعا صرف رازِ الٰہی پانے کی تمنا کا نام ہے جب بندہ یقین کر لیتا ہے کہ اللہ غنی ہے باقی سارے فقیر ہیں تو پھر سب کچھ اسی کا ہو جاتا ہے ارض بھی سماء بھی بندے بھی اور خدا بھی دعا یہی سلیقہ سکھاتی ہے الٰہی ہم بھی تیرے یہ کائنات بھی تیری یہ وسائل رزق بھی تیرے یہ ملک پاکستان بھی تیرے نام کا صدقہ تو ہمیں اپنا بنا لے اور دعا قبول کر لے کہ یہ ملک پاکستان جس مقصد کے حصول کے لئے عطا ہوا ہے وہ مقصد بھی پورا فرما دے یہاں بھی نظام مصطفیٰ ﷺ کا نفاذ فرما دے۔ آمین ثمہ آمین

حرّم پاک کا تحفہ

(پروفیسر محمد شبیر شاہد ہوتوانی-چوک اعظم)

آج مورخہ یکم جولائی 2018ء کو مکہ معظّمہ کے ہوٹل میں بعد نماز ظہر درود شریف پڑھ رہا تھا کہ اس دوران اچانک دِل و دماغ میں سوالات اُبھرتے گئے اور ان کے جوابات بھی بنتے چلے گئے، خیالات کو لفظوں کی زنجیر میں جوڑنے لگا۔ پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ اصل میں تو ''روح''۔ پھر کہا کہ آپ اپنا تعارف کرائیں۔ جواب آیا کہ میرا تعارف کردار ہے۔ البتہ مجھے اپنے بارے میں اتنا ضرور معلوم ہے کہ میں ہمیشہ رہنے کیلئے آیا ہوں۔ پوچھا گیا کہ آپ ہمیشہ رہنے کیلئے تو نہیں آئے! آپ نے تو مر جانا ہے۔ مجھے جواب ملا کہ میں نے نہیں مرجانا، میں تو زندہ ہوں اور زندہ رہوں گا۔ یعنی روح کو بقاء حاصل ہے۔ پوچھنے والا بھونچکا گیا اور کہتا ہے کہ آپ عجیب آدمی ہیں کہ اٹل حقیقت کا انکار کر رہے ہیں، آپ تو قرآن مجید کی قطعی نص کے منکر ہو رہے ہیں کہ كُلُّ نَفْسٍ ذَائقة الموت کہ ہر نفس نے موت کا مزہ چکھنا ہے۔ جواب دیا کہ اس کا میں نے یا کسی ذی شعور انسان نے کب انکار کیا ہے اور کون اس حقیقت کا انکار کر سکتا ہے کہ ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے، موت کو تو پُل کہا گیا ہے، اسے ہلاکت اور ختم ہوجانے کا نام تو نہیں دیا گیا یہ تو ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف انتقال ہے۔ جہاں تک نفس اور انسانی جسم کا تعلق ہے وہ عارضی طور پر مٹی میں مل جائے گا یعنی وہ ذرے منتشر ہو جائیں گے پھر ان منتشر ذرّوں کو دوبارہ اکٹھا کر کے وجود دیا جائے گا وہ وجود اس وجود سے بہتر ہوگا۔

جب انسان کی اس جہانِ ارضی میں پیدائش یا آمد ہوتی ہے میں اسے پیدائش اور تخلیق بھی کہہ سکتا ہوں اور آمد بھی۔میری نگاہ میں "آمد" کا لفظ زیادہ موزوں ہے کیونکہ تخلیق تو کافی پہلے عالم ارواح میں ہو چکی تھی ، یہ تو مرحلہ آمد کا تھا، ہم آگئے یا لائے گئے بلکہ ہم خود آئے نہیں بلکہ لائے گئے۔ تو اس وقت انسانی وجود جس کو پنجرہ کا نام دینا مناسب ہے، ملاتو ہماری پیدائش پر، ہمارے قریبی لواحقین نے خوشی منائی کہ بچہ یا بچی اس گھر میں پیدا ہوا، مٹھائیاں بانٹی گئیں لیکن جو "لایا گیا ہے" وہ رو رہا ہے، آخر کیوں؟ آپ شاید یہی کہیں گے کہ بھوک اور پیاس کی وجہ سے رو رہا ہوگا۔اگر ایسا ہی سمجھ لیں تو ماں کے پیٹ میں نو ماہ تک نہیں رویا۔آپ شاید ہی کہہ سکتے ہیں کہ یہ دنیا میں آمد سے پہلے کا مرحلہ ہے، اس لئے ہم اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتے نہ تبصرہ کر سکتے ہیں؟

بچہ ماں کے پیٹ کے اندر تین اندھیروں میں رہا، ہم کیسے وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ اس کی کیا ضروریات تھیں، اسے بھوک، پیاس بھی لگی اور حاجات بھی پیش آئیں، سردی گرمی کے احساس سے دوچار ہوا۔اس جواب میں یہ بتلایا گیا کہ بچے کی پیدائش پر خوشی کے اظہار میں مٹھائی بانٹی گئی جبکہ بچہ دنیا میں آنے کے فوراً بعد اس نے رونا شروع کر دیا۔مسلمان گھرانے میں آنکھ کھولی تو آذان و اقامت پڑھی گئی اگر کسی دوسرے گھر میں آیا تو انہوں نے اپنی رسومات کے تحت اس کا استقبال کیا۔جب پیدا ہوا تو اسے بچہ!بیٹا! یا بیٹی! کہہ کر پکارا گیا۔اس کا نام بعد میں رکھا جاتا ہے۔انسان کو یہی "نام" یا ڈبوتا ہے یا پار پہنچاتا ہے۔جب تک نام نہیں تھا وہ پاکباز، طاہرو مطہر اور معصوم تھا۔انسان نے نام رکھے، نام کمانے اور نام بنانے میں اپنے مستقبل کو داؤ پر لگا دیا اور "کردار" کو گہنا کے رکھ دیا۔

پیدائش کے بعد ایک اور حقیقت کہ اس جہانِ فانی سے عالمِ بقاء کی طرف منتقل ہوا تو "نام" اُڑا دیا گیا۔جب انتقال ہو جاتا ہے تو اسے کوئی بھی شخص اسے اس کے نام سے نہیں پکارتا بلکہ اسے میّت یا جنازہ کہہ کر پکارتا ہے۔اگر اللہ والا اور نیکوکار تھا تو میّت کی بجائے جنازہ کا نام دیا جاتا ہے۔دیکھیں! نہ پیدائش سے قبل اس کا نام تھا، نہ اب انتقال کے بعد اس کا نام رہا۔

دراصل نام ہی ''انا'' یعنی ''میں'' کا دوسرا نام ہے۔اس کو تکبر،غرور ونخوت کہا جاتا ہے، یہی چیز انسان کی جڑوں کو کھوکھلا کر کے گرا دیتی ہے۔انسان کو زیبا نہیں کہ وہ غرور و کبر کی خواہش کرے بلکہ تواضع وانکساری ہی میں انسان کی عظمت ہے۔

ہم نے اس دنیا میں یعنی متاع غرور عارضی ٹھہراؤ کو اصل مقصود سمجھ لیا اور اپنے آپ کو آسودہ حال رکھنے کیلئے مال واولاد ،عزت وشہرت کے حصول کیلئے کوشاں رہتے ہیں جبکہ سب عزتیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں۔انسان کو''انا'' مال، اولاد،اقتدار عارضی شان وشوکت نے اصل مقصود حیات کو اس سے اوجھل کردیا ،اللہ اور اسکے حبیبﷺ کی محبت کو بھول بیٹھا جو کہ اس کا مقصود اور مطمع حیات تھا۔

صرف نام کا انسان اور مسلمان ہونا کافی نہیں بلکہ کام کا انسان،مسلمان،مومن،صوفی، عالم ہونا نہایت ضروری ہے۔نام پر قدرت کے فیصلے نہیں ہوتے۔

علم سہ حرفی لفظ ہے اور عمل بھی اور دونوں لفظ ع،ل،م سے بنتے ہیں لیکن عمل میں ان کی ترتیب بدل جاتی ہے اس طرح انسان باعمل ہوکر، باکردار بن جاتا ہے، عالم بے عمل ہونا قرآن کے مطابق ''گدھا'' ہے، جس کے اوپر کتابیں لادی گئی ہیں گدھے کو پتہ نہیں میرے اوپر کیا رکھا گیا ہے۔بہر حال یہ آفاقی اصول اور ضابطہ ہے:

فرشتوں سے افضل ہے انسان ہونا
مگر اس میں پڑتی ہے، محنت زیادہ

بہترین انسان بنے بغیر مسلمان،مومن اور صوفی بننا مشکل نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ اعلیٰ صفات ہمیشہ عمل سے پیدا ہوتی ہیں ورنہ وہ ولی الشیطان بن جاتا ہے ولی الرحمٰن بننے کیلئے رحمانی صفات اپنانا ہونگی۔یہ اشعار شاید ہمارے اندر عمل کے جذبہ کو مہمیز کا کام دیں اور یہ عمل کا جذبہ ایک جذبہ کے اندر مستور ہے اور وہ ہے محبت جو انسان کو عمل پہ اُبھارتا اور عامل و کامل بناتا ہے۔

مردبن غفلت نہ کر، ذکرِخدا سے پیاررکھ
ہاتھ پاؤں کام میں اوردِل کوسوئے یاررکھ

یہی آئینِ قدرت ہے یہی اسلوبِ فطرت ہے
جو ہے راہِ عمل میں گامزن، محبوبِ فطرت ہے

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے
وہ دل وہ آرزو باقی نہیں ہے

نماز و روزہ و قربانی و حج !
یہ سب باقی ہیں تُو باقی نہیں ہے

محبت کا جنوں باقی نہیں ہے
مسلمانوں میں خوں باقی نہیں ہے

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی حیرت انگیز بارش

(محمد عتیق الرحمٰن)

اللہ تعالیٰ کی نعمتیں لامتناہی ہیں کیونکہ ذات وصفات لازم وملزوم ہیں، خود ہی فرمایا : اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو نہیں کرسکتے۔'' اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا استحضار ''أَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہ '' کا ثمرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ جو منعم حقیقی ہے ،اس کے شوقِ شکر، خوف سلب اور رغبتِ عبادت کیلئے جس کے چند نعماء بحرِ ذخار سے کچھ گوہر نایاب پیش ہیں۔

دماغ (BRAIN):

(1) دماغ کا وجود ایک نعمت ہے (2) دماغ جیسے کمپیوٹر کا بغیر مطالبہ کے مل جانا بھی نعمت ہے (3) اللہ تعالیٰ نے دماغ کی حفاظت کا بہترین انتظام کیا کہ ہڈیوں کے خول میں اس کو رکھا۔ (4) دماغ ہمارے تمام خیالات وجذبات کا سرچشمہ وخزانہ ہے (5) دماغ تمام احساسات ،ادراکات وحرکات کا منبع ہے (6) نئی ایجادات واختراعات تمام کی تمام دماغ ہی کی مرہون منت ہیں (7) اللہ تعالیٰ نے یادداشت کو باقی رکھنے کے لئے دماغ کو قوت عطا فرمائی۔(8) انسانی دماغ کو مضبوط بنایا دنیا کا بڑے سے بڑا کمپیوٹر بھی اسکے مقابلے میں عاجز آجائے۔(9) ہمارا دماغ ایک ملین سے بھی زیادہ مخصوص خلیوں سے بنا ہے جن کو نیوران (Neuran) کہا جاتا ہے (10) دماغ کے خلیے اپنا مخصوص کام ایک کھرب سے زائد حساس ریشوں کے ذریعے کرتے ہیں جو دماغ سے لے کر تمام جسم میں پھیلے ہوتے ہیں۔(11) دماغ کا اپنے اندر لاکھوں محفوظ شکلوں کے ساتھ موازنہ کرکے واقف اور ناواقف شخص کے متعلق ہمیں

اپنے فیصلے سے آگاہ کر دینا ۔(12)اچھے اور برے میں تمیز دماغ کی مدد سے ہوتی ہے (13)دماغ ہی اعصاب اوراعضاء کوخون لینے یا روکنے کا حکم صادر کرتا ہے (14)زخم کی تکلیف جب دماغ کو پہنچائی جاتی ہےتو دماغ فوراً علاج کا حکم صادر کرتا ہے (15)دماغ کی ریلیں ایسی بنائی ہیں کہ ساری زندگی چلتی رہتی ہیں ختم نہیں ہوتیں (16)دماغ محل عقل ہےاور عقل ایسی نعمت ہےاگر خدانخواستہ یہ نہ ہوتو آدمی اور جانور کے درمیان فرق کرنا ممکن نہ رہے (17)عزت اسی عقل سے وابستہ ہےورنہ لوگ پاگل شمار کریں گے (18)دنیا اورآخرت میں مرتبہ انسان عقل ہی کے ذریعے حاصل کرتا ہے (19)بغیر مطالبہ وکوشش کے عقل کامل جانا بھی ایک نعمت ہے (20)دماغ کے خلیوں کی تعداد 250 کھرب ہے ۔

آنکھ (EYE):

(1)آنکھ کا ہونا ایک نعمت ہے (2)مناسب الخلقت ہونا دوسری نعمت ہے (3)دونوں آنکھوں کا برابر ہونا مستقل نعمت ہے ۔(4)نظر آنا علیحدہ نعمت ہے ۔(5)خوبصورت ہونا بھی نعمت ہے ۔(6)خاطر خواہ دیکھ سکنا ۔(7)محدود دیکھ سکنا ۔(8)حدیث شریف کے مطابق سات فرشتوں کا ہر وقت آنکھوں کی حفاظت کرتے رہنا ۔(9)پلکوں کا ہونا بھی نعمت ہے، ان کے ذریعے آنکھ اور چہرہ کی خوبصورتی ہوتی ہے ۔(10)اللہ تعالیٰ نے آنکھ کی حفاظت کے لئے اس کے اطراف میں پلکوں کو پیدا کیا، یہ پلکیں ادنیٰ سی چیز کوبھی اپنی طرف آتا دیکھ کر حرکت میں آجاتی ہیں اور پیش آمد خطرے سے آنکھوں کو آگاہ کر دیتی ہیں ۔(11)پلکوں کے بڑھنے کی رفتار کواللہ تعالیٰ نے ایک اندازہ سے تخلیق کیا ہےاگر یہ بال سر کے بالوں کی رفتار سے بڑھیں تو نعمت کی بجائے زحمت بن جائیں اورحسن و جمال کے بجائے بدصورتی کا سبب بن جائیں ۔(12)آنکھ کی حفاظت کرنے کے لئے بالائی وزیریں دو پپوٹے بھی رکھے ۔(13)آنکھ کی حفاظت کی خاطر اللہ نے اس کے چاروں طرف سخت ہڈی کا غلاف بنایا، منہ کے بل گرے یا سامنے سے کوئی چیز آلگےتو آنکھ محفوظ رہتی ہے ۔(14)چہرہ کی خوبصورتی کو دوبالا کرنے کیلئے

آنکھ پر ابرو پیدا کی گئیں اور ان سے بھی آنکھوں کے بچاؤ کا کام لیا گیا اور ان کے بالوں کو بھی ضرورت سے زیادہ درازی نہیں ملی کہ بدرونقی پیدا ہو۔(15) آنکھ سے قریب اور دور کے مناظر یکساں دکھائی دینا۔(16) بصارت میں کمزوری کا بذریعہ عینک یا لینز کے دور ہو جانا۔(17) نفع ونقصان کا جان سکنا۔(18) بن مانگے آنکھوں کا صحیح رہنا۔(19) نگاہ کا ٹک جانا بھی نعمت ہے کہ جہاں بھی نظر دوڑائیں نگاہ ٹک جاتی ہے، کوئی چیز حد سے زیادہ چمکدار نہ بنائی جس پر نگاہ ہی نہ ٹک سکے۔(20) اگرچہ ہم دونوں آنکھوں سے علیحدہ علیحدہ دیکھتے ہیں مگر پھر بھی ایک چیز ایک ہی نظر آتی ہے دو نہیں۔(21) آنکھ میں ایک خاص قسم کا دباؤ ہوتا ہے جس کی کمی وزیادتی آنکھوں کی غذائیت اور صحت پر اثر پذیر ہوتی ہے۔(22) آنکھ کے اندر ہر وقت کئی قوتیں ایسے کام میں لگی رہتی ہیں جس سے آنکھوں کی صحت پر اچھا اثر پڑتا ہے اور ان کی صحت برقرار رہتی ہے (23) آنکھ کی مختلف رطوبات کے ذریعے سامنے والی سطح خشکی سے بچی رہتی ہے (24) آنکھوں کو مختلف سمتوں میں پھیرنے کی قوت کا عطا ہونا بھی نعمت ہے۔(25) دائرہ نظر دائیں اور بائیں جانب اس قدر وسیع ہے کہ ہم مختلف قسم کے خطرات سے بچ سکتے ہیں۔(26) رنگوں میں تمیز بھی نظر کے ذریعے ہوتی ہے۔(27) آنکھ کا گول ہونا بھی نعمت ہے، اس کی گولائی کی وجہ سے ہماری نظر بہت بہتر ہے، اگر یہ گول نہ ہوتی تو ہماری نظر اتنی صاف، بہتر اور وسیع نہ ہوتی۔(28) دو تہوں کے علاوہ پوری کی پوری آنکھ شیشے سے بھی زیادہ شفاف ہے۔(29) ان کو شفاف رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے بہت سے کارخانے آنکھ میں لگا رکھے ہیں۔(30) آنکھ کو غذا خون سے ملتی ہے مگر جو خون آنکھ میں جاتا ہے وہ اس خون سے مختلف ہے جو دوسرے اعضاء کو پہنچتا ہے (31) آنکھ کے شفاف پردوں کی غذائیت کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایسے کارخانے لگا رکھے ہیں کہ اگر ان کی پرورش خون سے ہوتی ہے مگر ان میں خون کہیں بھی نہیں۔(32) اسی لئے ہمیں نظر میں خون کی سرخی نہیں دکھتی بلکہ ہر چیز کی ساخت صحیح اور رنگ ٹھیک ٹھیک نظر آتا ہے۔(33) آنکھ کے اندر جراثیم داخل نہیں ہو سکتے اس کے لئے مدافعت کا ایک الگ نظام ہے۔(34) بہت زیادہ

جراثیم معمولی رطوبتوں سے ختم کر دیے جاتے ہیں۔(35) آنکھ کو چوٹ اور بیماریوں سے بچانے کے لئے بہت سے نظام کام کر رہے ہیں۔(36) آنسوؤں کو پیدا کیا جو آنکھ کے اندر میل کچیل کو باہر نکالتے ہیں۔(37) آنکھوں کے اطراف کے حصے درمیانی حصہ کی نسبت قدرے پست رکھے گئے تاکہ اگر کوئی چیز آنکھ میں پڑے تو اطراف کی طرف سے آسانی سے نکل سکے۔(38) ایک آنکھ میں 13 کروڑ کیمرے کام کر رہے ہیں جس میں سے ساٹھ لاکھ کیمرے صرف رنگ پہچانتے ہیں، بارہ کروڑ کیمرے صرف کالا اور سفید رنگ بتاتے ہیں، رات کے وقت کام کرنے والے علیحدہ کیمرے ہیں جن کو راڈز (RODS) کہتے ہیں، جن لوگوں میں راڈز نہیں ہوتے ان کو رات کو نظر نہیں آتا۔(39) آنکھ اللہ تعالی کی عجیب نعمت ہے اس کے بغیر انسان دوسروں کا محتاج ہو جاتا ہے۔(40) انسانی آنکھ میں ایک کھرب سے زائد روشنی قبول کرنے والے ریشے ہوتے ہیں یہ تعداد ان ستاروں کے برابر ہے جو "ملکی وے" نامی کہکشاں میں ہیں۔(41) آنکھ کے آخری طبقے میں 30 لاکھ تہیں اور 3 کروڑ ستون ہیں۔(42) ہماری آنکھیں ایک سال میں کم از کم چالیس لاکھ دفعہ کھلتی اور بند ہوتی ہیں۔(43) آنکھ کے نور کے علاوہ وہ باہر معمولی سے روشنی سے بندہ دیکھ سکتا ہے۔(44) گھٹا ٹوپ اندھیرے میں کچھ نہ دیکھ سکنا بھی ایسی ہی نعمت ہے جیسے زخمی آدمی کا بے ہوش ہو جانا کہ اس سے تکلیف نہیں ہوتی اسی طرح مکمل اندھیرے سے کچھ نہ دکھنا بھی خوف وہراس سے بچاؤ کی وجہ سے نعمت ہے۔

شفاء کی خوشبو

(حکیم طارق محمود الحسن خضری)

بلڈ پریشر

عالمی ادارہ صحت .W.H.O کی ریسرچ کے مطابق دنیا بھر میں ایک ارب تیرہ کروڑ سے زائد افراد ہائی بلڈ پریشر کے مرض میں مبتلا ہیں جبکہ ہمارے ملک پاکستان میں ایک سروے کے مطابق تقریباً باون فیصد پاکستانی آبادی ہائی بلڈ پریشر کا شکار ہے یعنی کم و بیش ہر دوسرا فرد ہائی بلڈ پریشر میں مبتلا ہے۔ اگر ہائی بلڈ پریشر کو کنٹرول نہ کیا جائے تو امراض قلب اور دماغی امراض خاص طور پر فالج کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ تاہم ہائی بلڈ پریشر کو قدرتی جڑی بوٹیوں سے کنٹرول کیا جاسکتا ہے۔

کسی بھی عمر میں انسان فشارِ خون قوی یعنی ہائی بلڈ پریشر کا شکار ہوسکتا ہے چونکہ کافی عرصہ تک ہائی بلڈ پریشر کی کوئی علامت ظاہر نہیں ہوتیں اس لیے اس مرض کو "خاموش قاتل" بھی کہا جاتا ہے۔

علامات:

بظاہر اس مرض کی کوئی علامات نہیں ہیں جو خاص طور پر قابل ذکر ہوں لیکن طبی ماہرین کی تحقیقات اور تجربے کی بنیاد پر کچھ علامات کا تعین کیا گیا ہے جو درج ذیل ہیں:

۱) سر میں مستقل درد رہنا ۲) ناک سے خون کا آنا

۳) آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا جانا ۴) چکر آنا

۵) دھندلا دکھائی دینا ٦) طبیعت میں گھبراہٹ اور بے چینی

۷)نیند کا پرسکون نہ ہونا ۸)دل متلانا

۹)چھاتی میں درد کا اٹھنا ۱۰)سانس کا بار بار پھولنا

مندرجہ بالا علامات میں سے کوئی بھی علامت ظاہر ہو رہی ہو تو فوری طور پر اپنے معالج سے رجوع کریں تا کہ کسی بھی خطرناک صورت حال سے محفوظ رہا جا سکے۔تجویز کردہ دوا،غذا اور احتیاط پر مکمل طور پر عمل کیا جائے۔ہائی بلڈ پریشر کی وجوہات:

☆......ذہنی دباؤ ڈپریشن،فکر اور پریشانیاں

☆......بہت زیادہ دیر تک کام کرنا،دیر تک بیٹھے رہنا،

☆......نمکین اشیاء کا ضرورت سے زیادہ استعمال کرنا۔

☆......نشہ آور اشیاء یا ادویات کا استعمال

☆......بلڈ پریشر موروثی بھی ہو سکتا ہے۔

☆......دل گردوں اور تھائی رائیڈ جیسے پیچیدہ امراض بھی ہائی بلڈ پریشر کا سبب بنتے ہیں۔

☆......کیلشیم کی کمی بھی بلڈ پریشر کا سبب بن سکتی ہے۔

ہمارا دل تقریباً روزانہ ایک لاکھ مرتبہ دھڑکتا ہے اس دوران خون ایسے رگوں کے پیچیدہ نظام میں سے گزرتا ہے۔جس کی پوری سمجھ عقل انسانی سے باہر ہے۔ان رگوں کی اوسطاً لمبائی ساٹھ ہزار میل ہے۔بعض علمائے طب نے بہتر ہزار میل بھی لکھی ہے۔اس خون کے سفر میں دل، عضلات اور عمل تنفس اہم کردار ادا کرتے ہیں۔فشار الدم کا مطلب عام زبان میں خون کا دباؤ ہے جو خون کی نالیوں پر دل کے پمپ کرنے سے پڑتا ہے۔بلڈ پریشر انگریزی زبان میں بولا جانے والا لفظ ایک بیماری کا نام بن چکا ہے۔اس مرض کا نام سنتے ہی مریض کے اوسان خطا ہو جاتے ہیں اس کا خوف ذہنوں میں اس قدر سمایا ہوا ہے مریض ڈپریشن کا شکار ہو جاتا ہے۔

بلڈ پریشر ایک ایسا مرض ہے جس سے بچے،بوڑھے،ان پڑھ،پڑھے لکھے عورتیں،مرد سبھی واقف ہیں۔بلڈ پریشر جتنا خطرناک مرض ہے اس سے اتنی ہی لا پرواہی

بڑھ تی جاتی ہے۔جب پانی سر سے اونچا ہو جاتا ہےتو پھر اس کی طرف توجہ دی جاتی ہے۔

ہائی بلڈ پریشر اور قدرتی غذائیں:

بہت سی قدرتی غذائیں ہائی بلڈ پریشر کو متوازن رکھنے میں فائدہ مند ہیں۔ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

لہسن: قدرت نے لہسن میں ایسے اجزاء محفوظ کر دیے ہیں جو ہائی بلڈ پریشر کو نہ صرف کنٹرول کرتے ہیں بلکہ مرض کے اسباب کا اصل علاج بھی ہے۔ہائی بلڈ پریشر میں صبح نہار منہ لہسن کی ایک پوتھی نگل کر یا چبا کر کھانے سے ہائی بلڈ پریشر میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔

پیاز: پیاز بھی لہسن کی طرح ہائی بلڈ پریشر کے مرض میں جادوئی اثر دکھاتا ہے۔ پیاز اینٹی آکسیڈنٹ مادوں سے بھرپور ہے پیاز کا کھانوں اور سلاد میں استعمال ہائی بلڈ پریشر کے مریض کے لیے نہایت نفع بخش ہے۔

دارچینی: جدید عالمی تحقیقات کے مطابق نہ صرف ہائی بلڈ پریشر میں فائدہ مند ہے بلکہ یہ بلڈ کولیسٹرول لیول کو بھی متوازن رکھتی ہے۔قدرت نے اس میں جو خاصیت رکھی ہے عقل حیران رہ جاتی ہے۔

دہی: یہ وہ غذا ہے جو اپنے اندر کیلشیم کی بھرپور طاقت رکھتا ہے۔تین سے چار مرتبہ روزانہ دن میں دہی استعمال کرنے سے ہائی بلڈ پریشر سے بچا جاسکتا ہے۔

جو کا دلیہ: قدرت نے جو کے دلیے میں بے پناہ طاقت رکھی ہے کسی بھی مرض میں مبتلا شخص اگر بیماری کے بعد یا دوران بیماری اس کا استعمال کرے تو کھوئی ہوئی توانائی بحال ہو جاتی ہے۔جو کا دلیہ نہ صرف ہائی بلڈ پریشر کو کنٹرول کرتا ہے بلکہ جسم کو صحت مند اور تندرست رکھتا ہے۔

ہائی بلڈ پریشر اور قدرتی جڑی بوٹیوں سے علاج

۱: جب خون کا دباؤ زیادہ ہو یعنی بڑھا ہوا ہو تو سیب کھانا مفید ہے۔

۲: کدو کا رس دن میں آدھا کپ تین بار پینا مفید ہے۔

۳: ہائی بلڈ پریشر اروی پکا کر کھانے سے ٹھیک ہو جاتا ہے۔

۴: چائی کی لسی یا کچی لسی کا بغیر نمک استعمال بھی ہائی بلڈ پریشر کو کم کرتا ہے۔

۵: لہسن کا رس پانچ تا دس قطرے پانی میں ملا کر پینا اچھا علاج ہے۔

۶: ہائی بلڈ پریشر کی صورت میں روزانہ تیل سے جسم پر مالش کرتے رہنے سے بلڈ پریشر میں کمی آجاتی ہے۔

۷: تر پھلا چورن رات کو مٹی کے برتن میں بھگو دیں صبح چھان کر پانی پی لیں۔

۸: **گاجر** کے جوس میں نصف حصہ پالک کا رس ملا کر پینے سے ہائی بلڈ پریشر میں بہت فائدہ ہوتا ہے۔ روزانہ پئیں۔

۹: **ٹماٹر** استعمال کرتے رہنے سے ہائی بلڈ پریشر کے مریض کو فائدہ پہنچتا ہے۔

۱۰: **لیموں کا رس** پانی میں ملا کر دن میں کئی کئی بار پیتے رہنے سے ہائی بلڈ پریشر ٹھیک ہو جاتا ہے۔

نسخہ جات: ۱: چھوٹی چندن / اسرول (ہائی بلڈ پریشر میں عالمی تحقیق شدہ جڑی بوٹی ہے)

۲: صندل سفید ۳: کشنیز خشک (خشک دھنیا)

۴: الائچی سبز ۵: تخم کاہو ۶: فلفل سیاہ

ہموزن لے کر سفوف تیار کریں پانچ سو ملی گرام کے کیپسول بھر لیں۔ صبح و شام بعد غذا ایک ایک کیپسول پانی سے استعمال کریں۔ نسخہ ہذا جنون، پاگل پن، غصہ کا زیادہ آنا، گالیاں بکنے کا خصوصی علاج ہے۔ علاوہ ازیں نسخہ ہذا سرعت انزال کا بھی بہترین علاج ہے۔ عورتوں کی مرض لیکوریا میں بھی انتہائی فائدہ مند ہے۔

صندل سفید، الائچی سبز، بالچھڑ، اسرول

ہم وزن لیں سفوف تیار کریں اور پانچ سو ملی گرام کے کیپسول بھر لیں۔ صبح شام غذا کے بعد ایک ایک کیپسول پانی کے ہمراہ استعمال کریں۔ یہ نسخہ خواتین کے لیے زیادہ فائدہ مفید ہے۔ عورتوں کے ہائی بلڈ پریشر میں اس کا استعمال مفید ترین ہے۔

خون کا کم دباؤ (Low blood pressure)

لو بلڈ پریشر میں رطوبات بدن گاڑھی ہو کر خون کو غلیظ کر دیتی ہیں تو دل کو اپنا فعل انجام دینے میں نہایت دشواری پیش آتی ہے۔ دل کے مسلز سکڑ جاتے ہیں۔ دل کی حرکات نہایت ہی کم رہ جاتی ہیں۔ جو نہایت ہی خطرناک ثابت ہوتی ہے۔ شروع میں بلڈ پریشر کم رہنے لگتا ہے۔ رفتہ رفتہ بے چینی، چڑچڑاپن سستی اور کم ہمتی ڈیرے ڈال لیتی ہے۔ جسم ٹھنڈا رہنے لگتا ہے۔ چہرے کا رنگ سیاہی مائل، جسم پر نیلے دھبے پڑ جاتے ہیں۔ لیس دار غذاؤں کا استعمال، چاول کیلے، اروی، بھنڈی، دال ماش قسم کی غذائیں، ٹھنڈے ماحول میں رہنا لو بلڈ پریشر کی وجوہات ہیں۔ یہ نہایت ہی خطرناک مرض ہے۔ اس میں ہی اکثر دل فیل ہو جاتا ہے۔

علاج، نسخہ:

۱: شنگرف رومی مدبر، ایک حصہ ۲: نمک خوردنی، دو حصے: پیس کر سفوف بنا لیں۔ پانچ سو ملی گرام کے کیپسول بھر لیں ایک کیپسول صبح غذا کے بعد گرم دودھ یا پانی سے اور ایک کیپسول رات۔ شنگرف کو انتہائی حد تک کھرل کریں یہاں تک کہ اس کی چمک باقی نہ رہے۔ پھر نمک شامل کر لیں۔ نسخہ ہذا لو بلڈ پریشر کے علاوہ جنسی بے رغبتی میں بھی مفید ہے۔

نسخہ۲: نوشادر پسی ہوئی ایک تا دو رتی (عمر کے حساب سے) دن میں دو یا تین مرتبہ

احتیاطی تدابیر:

روزانہ ورزش کریں، کھانے میں نمک کا استعمال کم کریں۔غصہ اور نفرت کو نفی کر دیں۔ تناؤ اور پریشانیوں سے بچیں، پرسکون زندگی گزاریں۔ یادِ الٰہی میں مصروف رہیں۔ پانی کا استعمال زیادہ کریں۔نشہ آور چیزوں سے پرہیز کریں۔سگریٹ نوشی سے مکمل اجتناب کریں۔ نشہ آور ادویات ترک کر دیں۔اگر آپ کا وقت کسی جگہ بیٹھ کر کام کرنے میں گزرتا ہے تو دو گھنٹے بعد اٹھ کر چہل قدمی ضرور کریں۔اگر وزن بڑھ رہا ہو تو اسے کنٹرول کرنے کی فوری کوشش کریں۔ کھانے میں سبزیوں کا استعمال زیادہ رکھیں، تازہ پھل اور ان کا جوس پئیں۔قبض نہ ہونے دیں۔ مرغن اور پرتکلف کھانوں سے بچنا ضروری ہے۔مثلاً مچھلی، انڈہ، گوشت، پراٹھے، سری پائے وغیرہ۔سادہ غذا کدو، ٹینڈے، شلجم، گاجر، مولی وغیرہ اور سادہ شوربہ جس میں نمک نہ ہوا استعمال کرنے کی ضرورت ہے۔

دعائے مغفرت

کراچی سے بزرگ بھائی منیر احمد لودھی (چیئرمین دیوا اکیڈمی)

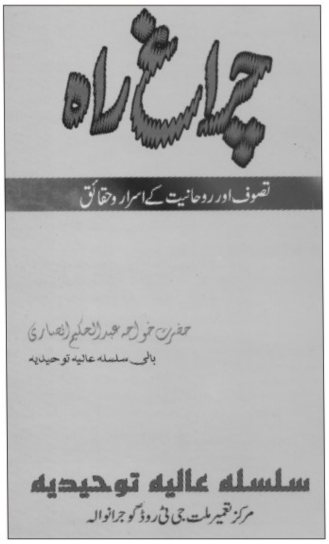
گوجرانوالہ سے بھائی شفیق احمد کی خوش دامن

بقضائے الٰہی وفات پا گئے ہیں

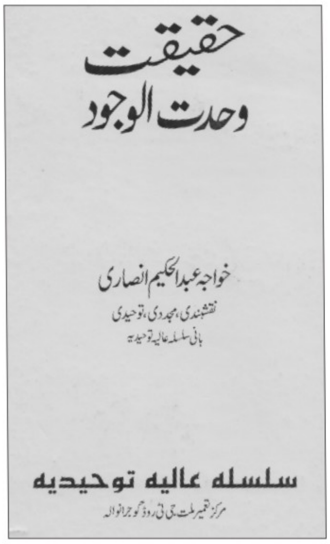
(اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّـا اِلَیْہِ رَاجِعونَ)

مرحومین کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعا فرمائیں۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف

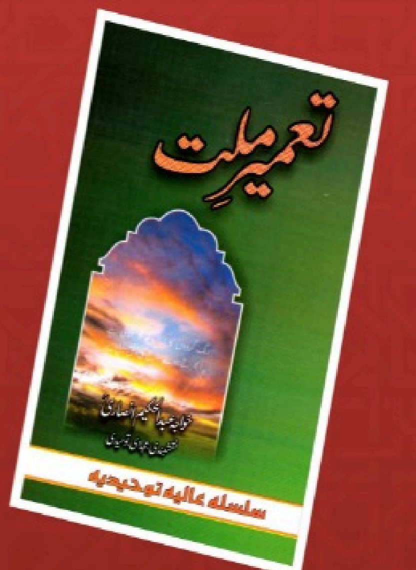


کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات، مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔زوال اُمت میں اُمراء ،علماء،صوفیاء کا کردار۔علماء اورصوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوّف کے انسانی زندگی پر اثرات۔سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔

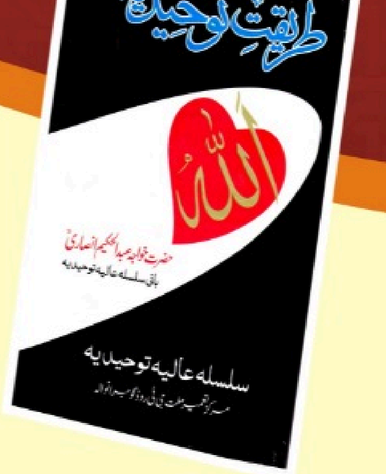


وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔مصنّفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کردیا ہے۔آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت، بنیادی سوال جس نے نظریۂ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظّام کو ہوجانے والی غلط فہمیاں۔

سلسلہ توحیدیہ کی مطبوعات



قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوّف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محلِ وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق وآداب کے اسرار ورموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔



یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمّل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کردیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد، اذکار اور اعمال واشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کردیئے ہیں جس پر عمل کرکے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبّت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کرسکتا ہے۔

Reg: CPL - 01
Website www.tauheediyah.com